سفینۂ نوح

حصہ دوم

مجدد مسلکِ اہلِ سنت، عاشقِ رسول، حضرت مولانا محمد شفیع اوکاڑوی علیہ الرحمہ

ضیاء القرآن پبلی کیشنز
لاہور۔ پاکستان

انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا

سفینۂ نوح

حصہ دوم

مجددِ مسلکِ اہلسنت، عاشقِ رسول حضرت مولانا محمد شفیع اوکاڑوی علیہ الرحمہ

ضیاء القرآن پبلی کیشنز
لاہور ۔ پاکستان

سفینۂ نوح

حصہ دوم

تصنیف لطیف

خطیب اعظم حضرت مولانا محمد شفیع اوکاڑوی علیہ رحمۃ الباری

ضیاء القرآن پبلی کیشنز
لاہور۔ کراچی O پاکستان

انتساب

اپنے والد گرامی

حضرت الحاج میاں جی شیخ کرم الٰہی نقش بندی علیہ الرحمۃ

اور

اپنی والدہ محترمہ

حضرت بے بے جی مدظلہا

کے نام

جن کی تربیت اور دعاؤں کے فیضان نے مجھے یہ سعادت بخشی۔

محتاج دعا!

محمد شفیع اوکاڑوی غفرلہ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اِنَّمَا يُرِيۡدُ اللّٰهُ لِيُذۡهِبَ عَنۡكُمُ الرِّجۡسَ اَهۡلَ الۡبَيۡتِ وَيُطَهِّرَكُمۡ تَطۡهِيۡرًا ﴿۳۳﴾ (احزاب:33)

اللہ تو یہی چاہتا ہے اے نبی کے گھر والو کہ تم سے ہر ناپاکی دور فرما دے اور تمہیں پاک کر کے خوب ستھرا کر دے۔

ترجمہ از اعلیٰ حضرت

☆......☆......☆

ان کی پاکی کا خدائے پاک کرتا ہے بیاں
آیۂ تطہیر سے ظاہر ہے شانِ اہل بیت

☆......☆......☆

پیش لفظ

میرے ابا جان قبلہ، مجددِ مسلک اہلِ سنت، خطیبِ اعظم پاکستان حضرت مولانا محمد شفیع اوکاڑوی علیہ رحمۃ الباری کی ساری زندگی تبلیغ و ترویج دین اور فروغِ عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں گزری۔ یہ یقیناً ان پر خالقِ حقیقی کا خاص کرم اور محبوب رب العالمین ختم المرسلین رحمۃ للعالمین علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کی خاص رحمت وعنایت تھی اور بزرگانِ دین کا فیضان تھا کہ وہ بے باکانہ صدائے حق بلند کرتے رہے، انھوں نے اپنی پچپن سالہ مختصر ظاہری زندگی میں صدقات جاریہ کے اتنے بہت سے کام کیے کہ ایک مثال ہیں، اہلِ ایمان کے نزدیک فخر و انبساط کی مثال۔ تقریر کے ساتھ تحریر کے میدان میں بھی انھوں نے گراں قدر یادگاریں باقی چھوڑی ہیں جو مدتوں اصلاح عقائد واعمال کا فریضہ انجام دیتی رہیں گی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

کتاب ''سفینۂ نوح'' کا یہ دوسرا حصہ ہے۔ حصہ اول میں حضرت مولائے کائنات امیر المومنین سیدنا علی کرّم اللہ وجہہ کا تذکرہ تھا۔ اس کے دوسرے حصے میں تین باب ہیں۔ پہلے باب میں ام السادات، مخدومہ کائنات، دخترِ مصطفیٰ، بانوئے مرتضیٰ، سردارِ خواتین جہان و جناں حضرت سیدہ طیبہ طاہرہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے فضائل وحالات ہیں۔ دوسرے باب میں مادرِ مومناں، بانوئے رحمتِ دو جہاں، حضرت عتیقہ بنت عتیق، صدیقہ بنت صدیق، سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا تذکرہ ہے اور تیسرے باب میں خواتین اسلام کے بارے میں کتاب وسنت کے احکام مختصراً بیان کئے گئے ہیں۔ کتاب کے تمام مندرجات صحت کے التزام اور تصدیق و تحقیق کے بعد نقل کیے گئے ہیں اور ان کے ماخذ کا حوالہ بھی درج کیا گیا ہے۔ بایں ہمہ اہل علم و دانش سے عرض ہے کہ وہ کتابت یا عبارت وغیرہ کی اغلاط سے آگاہ فرمائیں، یہ فقیر اُن کا شکر گزار ہوگا۔

مسلم خواتین کے لیے بالخصوص دخترِ ختمی مرتبت حضرت خاتونِ جنت سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کا نامِ نامی اور ان کی ذاتِ گرامی مرکز مہر و محبت اور محورِ عقیدت و ارادت ہے کیوں کہ یہ

ہمارا ایمانی تقاضا ہے، ہر چند کہ یہ محبت ذریعہ نجات اور کفارۂ سیئات ہے لیکن کسی دانائے راز کے بقول محبت، ایک پودے اور اظہار، پانی کے مترادف ہے، پودے کی نشوونما مسلسل آب یاری سے ہوتی ہے، وہ کتنا تن آور درخت کیوں نہ ہو جائے، پانی کی احتیاج ختم نہیں ہوتی۔ خانوادۂ رسولِ مقبول کی محبت کے لیے اظہار بھی ہونا چاہیے۔ تقاضا ہائے محبت کی تکمیل نہ ہوتو محبت محض ایک دعویٔ خام رہ جاتی ہے اور میرے نزدیک مسلسل اظہار یہ ہے کہ ہر لمحے ان کی یاد رہے اور کچھ اس طرح رہے کہ ان کی پیروی وغلامی میں کمال حاصل کیا جائے۔ اظہار یہ ہی نہیں کہ صرف ان کا دن منا لیا جائے، ان کا نام آنے پر سروں کو ڈھانک لیا جائے......

کیا عجب ہے کہ ہماری بیشتر خواتین اذان سن کر دوپٹے اوڑھ لیتی ہیں مگر نماز نہیں پڑھتیں جب کہ حضرت سیدہ نے کبھی نماز قضا نہیں کی تھی۔ یہ ان کی تربیت ہی کا فیضان تھا کہ اُن کے فرزند کا سر جسم سے جدا ہو کر بھی نیزے کی نوک پر قرآن پڑھتا رہا، یہ ایک خاتون کی تلاوتِ قرآن کا سوز و گداز تھا جس نے حضرت سیدنا عمر فاروق کی تقدیر بدل دی تھی۔

کچھ مدت ہوئی، ایک دوست نے مجھے ایک پمفلٹ ''بی بی سیدہ کی کہانی'' بھجوایا تھا اس سوال کے ساتھ کہ خواتین اسلام اس پمفلٹ کو سننے سنانے کی منت مانتی ہیں اور تقریباً سبھی کی منت پوری ہوتی ہے لیکن جو واقعات اس پملفٹ میں ہیں، ان کی صحت وصداقت کے بارے میں اپنی رائے سے آگاہ کیجئے۔ میں نے وہ پمفلٹ پڑھا اس میں بطور کہانی جو واقعات لکھے گئے ہیں وہ اس سے قبل کہیں سنے پڑھے نہیں تھے۔ تذکرے تلاش کیے مگر کہیں یہ واقعات نہیں ملے۔ ان واقعات پر غور کیا تو بظاہر وہ کہانی ہی تھے۔ کس نے لکھے یہ بھی معلوم نہ ہو سکا۔ البتہ منت کا پورا ہو جانا تعجب خیز نہیں کیوں کہ منت کے پورے ہونے کا انحصار کہانی سننے سنانے پر نہیں بلکہ حضرت سیدہ کی مرتبت اور نسبت پر ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی محبوب ہستی ہیں۔

خواتین اسلام کو میرا مشورہ یہ ہے کہ وہ اس غیر مصدقہ کہانی کو سننے اور سنانے کی بجائے حضرت سیدہ کے صحیح فضائل وحالات پڑھا سنا کریں اور سنایا کریں تا کہ ان میں نیکی و بھلائی کی ترغیب وتحریک اور ذوق وشوق پیدا ہو اور وہ سیدہ کی پیروی اختیار کریں۔ ہاں ایصالِ

ثواب کے لیے فاتحہ و نیاز، صوم وصلوٰۃ، عمرہ وحج وغیرہ محبت واخلاص سے کریں لیکن ان کی پیروی مقدم ہے، اسے لازم کرلیں۔ اسلام ہی وہ دین ہے جس نے عورت کی ذلت کو عزت سے بدل دیا۔ اسلام سے کامل وابستگی ہی میں مسلم خواتین کی عزت اور وقار ہے ورنہ مغربی تہذیب نے عورت کو اشتہار اور عریاں کرکے اس کی منزلت کو ختم کیا ہے۔

ابا جان قبلہ نے ''مسلمان خاتون'' کے نام سے ایک کتاب تصنیف کی ہے خواتین اسلام کو اس کا مطالعہ کرنا چاہیے اور اپنی دنیا و آخرت کو سنوارنا چاہیے۔

گزشتہ پچیس برسوں میں اس کتاب ''سفینۂ نوح'' کے متعدد اڈیشن ہزاروں کی تعداد میں شائع ہوکر مقبول ہوئے۔ اس اڈیشن میں کچھ اضافے بھی ہیں۔ پہلے کی نسبت اس کی تزئین و آرائش اور خطاطی بھی عمدہ ہے۔ اسے آپ تک بہ تمام وکمال پہنچانے کا اہتمام ضیاء القرآن پبلی کیشنز، داتا گنج بخش روڈ لاہور نے کیا ہے۔

اس کتاب کے مطالعے سے یقیناً روح کی تسکین اور قلب کے اطمینان کا سامان ہوگا۔ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ میرے والد گرامی قدس سرہٗ السامی کی خدمات قبول فرمائے اور ہم سب کے لیے مفید اور نافع بنائے۔ آمین

طالب دعا!

کراچی — کوکبِ نورانی را احمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) شفیع

1986ء — (اوکاڑوی غفرلہ)

مکرّر آں کہ

کمپیوٹر سے کمپوزنگ میں اس کتاب کی یہ پہلی اشاعت ہے۔ بڑی محنت سے تحقیق و تصحیح کے بعد متن میں شامل احادیث و روایات اور واقعات کے تمام حوالے درج کیے گئے ہیں۔ اور عربی عبارات پر اعراب بھی لگا دیئے گئے ہیں۔ کوئی کوتاہی ہوئی ہو تو اہل علم ضرور نشان دہی فرمائیں۔ اس کتاب کا انگریزی ترجمہ بھی شائع کیا جا رہا ہے۔

اگست 2019ء — کوکب غفرلہ

نور بنت نور زوجِ نور امّ نور و نور　　　نورِ مطلق کی کنیز اللہ رے لہنا نور کا
(اعلیٰ حضرت)

☆......☆......☆

مزرع تسلیم را حاصل بتول　　　مادراں را اسوہ کامل بتول
نوری وهم آتشی فرماں برش　　　گم رضایش در رضائے شوهرش
آں ادب پروردۂ صبر و رضا　　　آسیاگردان و لب قرآں سرا
رشتۂ آئین حق زنجیر پاست　　　پاس فرمان جناب مصطفیٰ است

ورنہ گرد تربتش گردیدمے
سجدہ ها برخاك او پاشیدمے

(علامہ اقبال)

☆......☆......☆

نبی کے دل کی راحت اور علی کے گھر کی زینت ہیں
بیاں کس سے ہو اُن کی پاک طینت پاک طلعت کا
بتول و فاطمہ زہرا لقب اس واسطے پایا
کہ دنیا میں رہیں اور دیں پتا جنت کی نکہت کا
وہ چادر جس کا آنچل چاند سورج نے نہیں دیکھا
بنے گا حشر میں پردہ گنہ گارانِ اُمت کا

(حضرت مفتی احمد یار خان نعیمی)

☆......☆......☆

مجدد مسلکِ اہل سنت خطیب اعظم پاکستان

نام: (مولانا) حافظ محمد شفیع اوکاڑوی

ولدیت: حاجی شیخ کرم الٰہی مرحوم ومغفور جو پنجاب کی معزز شیخ تاجر برادری سے تعلق رکھتے تھے۔

سنِ ولادت: 1929ء۔ کھیم کرن۔ مشرقی پنجاب۔ (بھارت)

تعلیم: اسکول میں مڈل تک اور دینی تعلیم: درسِ نظامی مکمل ودورۂ حدیث وتفسیر۔

بیعت و ارادت: شیخ المشائخ حضرت پیر میاں غلام اللہ صاحب شرق پوری رحمۃ اللہ علیہ المعروف حضرت ثانی صاحب قبلہ برادر خورد شیر ربانی اعلیٰ حضرت میاں شیر محمد صاحب شرق پوری رحمۃ اللہ علیہ (سلسلہ نقش بندیہ مجددیہ)۔

حضرت میاں شیر محمد صاحب شرق پوری رحمۃ اللہ علیہ نے حاجی میاں کرم الٰہی کو مولانا اوکاڑوی کی ولادت اوران کے فضل وکمال کی بشارت پہلے ہی سے دے دی تھی۔ آپ کے والدین نے بھی آپ کی ولادت سے قبل مبارک خواب دیکھے اور بیان کئے۔

حالات وخدمات: اپنے پیرومرشد حضرت ثانی صاحب شرق پوری اور علمائے اہلِ سنت کے ساتھ زمانہ طالبِ علمی میں تحریکِ پاکستان میں بھرپور حصہ لیا اور تقسیمِ ہند تک سرگرمِ عمل رہے۔

☆ 1947ء میں ہجرت کر کے اوکاڑا آ گئے اور جامعہ حنفیہ اشرف المدارس قائم کیا جس کے بانیان اور سرپرستوں میں سے تھے۔

☆ دارالعلوم اشرف المدارس، اوکاڑا کے شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ مولانا غلام علی صاحب اشرفی، اوکاڑوی اور مدرسہ عربیہ اسلامیہ انوارالعلوم، ملتان کے شیخ الحدیث والتفسیر غزالی دوراں حضرت علامہ مولانا سید احمد سعید صاحب کاظمی سے تمام متداول دینی علوم پڑھے اور درسِ نظامی کی تکمیل پر اسناد حاصل کیں۔

☆ جامع مسجد مہاجرین منٹگمری (ساہی وال) میں نمازِ جمعہ کی خطابت شروع کی۔ اس

دوران برلا ہائی اسکول اوکاڑا میں دینیات کے معلم رہے۔

☆ 1952۔53 ء میں تحریکِ ختمِ نبوت میں محض سید عالم ختمی مرتبت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عزت وناموس کے لئے بھرپور حصہ لیا۔ ضلع منٹگمری (ساہیوال) اور پنجاب کی سرکردہ شخصیت تھے۔ حکومت نے قید کردیا۔ دس ماہ منٹگمری جیل میں رہے۔ اسیری کے ان ایام میں حضرت مولانا کے دوفرزند منیراحمد اور تنویراحمد جن کی عمر بالترتیب تین سال اور ایک سال تھی انتقال کر گئے۔ یہ دونوں مولانا کے پہلے فرزند تھے۔ ان کی وفات کے سبب گھریلو حالات پریشان کُن تھے۔ کچھ بااثر لوگوں نے ڈپٹی کمشنر ساہیوال سے مل کر سفارش کی۔ ڈپٹی کمشنر نے جیل کا دورہ کیا۔ گرفتار شُدگان سے ملاقات کی اور مولانا اوکاڑوی کو بالخصوص الگ بلا کر کہا کہ بچوں کی وفات کی وجہ سے آپ کے گھر کے حالات ٹھیک نہیں ہیں۔ میرے پاس آپ کے لئے بہت سی سفارشیں ہیں۔ آپ معافی نامے پر دستخط کردیں۔ آپ کا معافی نامہ عوام سے پوشیدہ رکھا جائے گا اور آج ہی آپ کو رہا کردیا جائے گا۔ مولانا نے جواباً کہا کہ ”میں نے عزت وناموس مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے کام کیا ہے اور میرا عقیدہ ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آخری نبی ہیں۔ لہٰذا معافی مانگنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ بچے اللہ کو پیارے ہو گئے۔ میری جان بھی چلی جائے تب بھی اپنے عقیدے پر قائم رہوں گا اور معافی نہیں مانگوں گا۔“ اس جواب پر حکومت برہم ہوئی اور مزید سختی کی گئی۔ دفعہ 3 میں نظر بند کر دیا گیا۔ اور ملاقات وغیرہ پر بھی سختی سے پابندی تھی۔ مولانا نے آخر وقت تک صبر واستقلال سے تمام صعوبتیں برداشت کیں۔

☆ اوکاڑا میں قیام کے دوران دینی اور ملی سماجی امور میں ہمیشہ نمایاں طور پر حصہ لیتے رہے۔

☆ 1955ء میں کراچی کے مذہبی حلقوں کے شدید اصرار پر کراچی آئے۔ کراچی کی سب سے بڑی مرکزی میمن مسجد (بولٹن مارکیٹ) کے خطیب وامام مقرر ہوئے اور ہمہ جاں، تادم آخر شب وروز دین ومسلک کی تبلیغ میں مصروف رہے۔

☆ میمن مسجد کی امامت وخطابت کے بعد تقریباً تین برس جامع مسجد عیدگاہ میدان اور سوا

دوسال جامع مسجد آرام باغ اور بارہ برس نور مسجد نزد جوبلی سینما میں بلا معاوضہ خطابت کے فرائض انجام دیتے رہے اور نمازِ جمعہ پڑھاتے رہے۔ ہر مقام پر زبردست اجتماع ہوتا۔ ان تمام مساجد میں بالترتیب تفسیرِ قرآن کا درس دیتے رہے اور تقریباً 29 برس میں نو پاروں کی تفسیر بیان کی۔

☆ اس دوران 1964ء میں، پی ای سی ایچ سوسائٹی میں مسجد غوثیہ ٹرسٹ سے ملحق جس کے آپ چیئرمین بھی تھے۔ ایک دینی درس گاہ قائم کی جس کا نام دارالعلوم حنفیہ غوثیہ ہے۔ الحمدللہ وہاں سے متعدد طلبہ علوم دینیہ حاصل کر کے چہار سمت تبلیغ دین ومسلک کر رہے ہیں۔

☆ 1972ء میں ڈولی کھاتہ گلستان شفیع اوکاڑوی (سولجر بازار) کراچی میں ایک قطعہ زمین پر جو گزشتہ سو برس سے مسجد کے لئے وقف تھا۔ مولانا نے تعمیرِ مسجد کی بنیاد رکھی اور بلا معاوضہ خطابت شروع کی۔ ایک ٹرسٹ قائم کیا۔ جس کا نام گلزارِ حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رکھا۔ مولانا اس کے بانی وسربراہ تھے۔ اس ٹرسٹ کے زیرِ اہتمام جامع مسجد گلزارِ حبیب اور جامعہ اسلامیہ گلزارِ حبیب زیرِ تعمیر ہے۔ اسی مسجد کے پہلو میں آپ کی آخری آرام گاہ مرجع خلائق ہے۔

☆ مسلسل چالیس برس تک ہر شب مولانا محترم مذہبی تقاریر فرماتے رہے ہیں۔ مولانا کی علمی استعداد حسنِ بیان، خوش الحانی اور شانِ خطابت نہایت منفرد اور ہر دلعزیز تھی۔ ہر تقریر میں ہزاروں، لاکھوں افراد کے اجتماعات ہوتے تھے۔ ماہِ محرم کی ہر شب عاشورہ میں ملک کا سب سے بڑا مذہبی اجتماع مولانا کے خطاب کی مجلس کا ہوتا تھا۔ پاکستان کا کوئی علاقہ شاید ہی ایسا ہو جہاں حضرت مولانا مرحوم نے اپنی خطابت سے قلب وجاں کو آسودہ نہ کیا ہو۔

☆ دین ومسلک کی تبلیغ کے لیے مولانا نے شرق اوسط، خلیج کی ریاستوں، بھارت، فلسطین، جنوبی افریقا، ماریشس اور دوسرے کئی غیر ملکی دورے کیے۔ صرف جنوبی افریقا میں 1980ء تک مولانا کی تقاریر کے ساٹھ ہزار کیسٹس فروخت ہو چکے تھے۔ دوسرے ممالک میں فروخت ہونے والی کیسٹس کی تعداد بھی کم نہیں اور اب مولانا کی تقاریر بھی وڈیو کیسٹس بھی پھیل رہی ہیں۔

☆ مولانا اوکاڑوی کی عالمانہ تحقیق فقہی بصیرت اور عشقِ رسول ﷺ پر مبنی متعدد تصانیف ہیں، جو مذہبی حلقوں میں نہایت قدر کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہیں۔ ہر کتاب ہزاروں کی تعداد کی شائع ہو کر نہایت مقبول ہوئی۔ ان کے نام یہ ہیں۔ ذکرِ جمیل، ذکرِ حسین، (دو حصے) راہِ حق، درسِ توحید، شامِ کربلا، راہِ عقیدت، امام پاک اور یزید پلید، برکات میلاد شریف، ثواب العبادات، نماز مترجم، سفینۂ نوح (دو حصے) مسلمان خاتون، انوارِ رسالت، مسئلہ طلاق ثلاثہ، نغمۂ حبیب، مسئلہ سیاہ خضاب، انگوٹھے چومنے کا مسئلہ، اخلاق و اعمال (نشری تقاریر) تعارف علمائے دیو بند، میلاد شفیع، جہاد و قتال، آئینۂ حقیقت، نجوم الہدایت، مسئلہ بیس 20 تراویح، مقالات اوکاڑوی اور متعدد فتووں وغیرہ پر مشتمل رسائل وغیرہ۔

☆ 16 اکتوبر 1962ء میں کراچی کے علاقہ کھڈا مارکیٹ (لیاری) میں ایک سازش کے تحت اختلافِ عقائد کی بنا پر کچھ لوگوں نے محض تعصب کا شکار ہو کر دورانِ تقریر مولانا اوکاڑوی پر چھریوں اور چاقوؤں سے شدید قاتلانہ حملہ کیا جس سے آپ کی گردن، کندھے، سر اور پُشت پر پانچ نہایت گہرے زخم آئے۔ کراچی کے سول ہسپتال میں دو دن کے بعد پولیس آفیسر کو اپنا بیان دیتے ہوئے مولانا نے کہا ''مجھے کسی سے کوئی ذاتی عناد نہیں۔ نہ میں مجرم ہوں۔ اگر میرا کوئی جرم ہے تو صرف یہ کہ میں دینِ اسلام کی تبلیغ کرتا ہوں اور سیدِ عالم محسن انسانیت حضور رحمتِ دو جہاں ﷺ کی تعریف و ثنا کرتا ہوں۔ میں کسی سے بدلہ لینا نہیں چاہتا اور نہ میں حملہ آوروں کے خلاف کچھ کرنا چاہتا ہوں۔ میرا خون ناحق بہایا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمائے اور میری نجات کا ذریعہ بنائے میں حملہ آوروں کو معاف کرتا ہوں۔ باقی آپ لوگ بقائے امن کے لیے جو مناسب ہو، وہ کریں تاکہ ایسی کارروائیاں آئندہ نہ ہوں۔'' مولانا نے اس مقدمے کے لیے کوئی وکیل نہیں کیا نہ کسی مقدمے کی پیروی کی۔ صرف ایک گواہ کی حیثیت سے اپنا بیان دیا۔ مولانا کا اس حملے سے جان بر ہونا محض ایک کرشمہ تھا۔ انگریزی روزنامہ ڈیلی نیوز کا پہلا شمارہ اُن ہی دنوں جاری ہوا۔ جس کی بڑی سُرخی مولانا پر قاتلانہ حملے سے متعلق تھی۔ مولانا ڈھائی مہینے ہسپتال میں

زیرِ علاج رہے اور ہسپتال سے فارغ ہوتے ہی پھر تبلیغ دین میں مصروف ہو گئے۔ اس قاتلانہ حملے کے خلاف ملک بھر میں شدید احتجاج ہوا۔

☆ 1965ء میں پاک بھارت جنگ کے موقع پر آپ نے پورے ملک میں جوش و جذبۂ جہاد کے لیے ملت کی رہنمائی کی۔ قومی دفاعی فنڈ میں ہزاروں روپے دیے اور اپنی تقاریر کے اجتماعات میں لاکھوں روپے کا سامان جو لباس اور اشیائے خورد و نوش پر مشتمل تھا، جمع کیا اور ہزاروں روپے نقدی سمیت علمائے کرام کے ایک وفد کے ساتھ آزاد کشمیر گئے اور مقبوضہ کشمیر کے مظلوم مہاجرین کے کیمپوں وغیرہ میں بدستِ خود سامان تقسیم کیا۔

☆ آزاد کشمیر کے بائیس مقامات اور سیالکوٹ، چھمب جوڑیاں، لاہور، واہگہ اور کھیم کرن کے متعدد محاذوں پر جا کر مجاہدین میں جہاد کی اہمیت اور مجاہد کی عظمت و شان اور فی سبیل اللہ جہاد کے موضوع پر وَل وَلہ انگیز تقاریر کیں۔

☆ حضرت مولانا اوکاڑوی مرکزی جماعت اہلسنت پاکستان کے بانی تھے اور یہ 1956 میں قائم ہوئی۔

☆ 1970ء میں قومی اسمبلی کے اُمیدوار کی حیثیت سے کراچی کے سب سے بڑے حلقے سے مولانا نے انتخاب میں حصہ لیا اور قومی اسمبلی کے رُکن منتخب ہوئے۔

☆ قیامِ پاکستان سے تادمِ آخر مولانا ایک مخلص اور محبِ وطن پاکستانی اور سچے پکے مسلمان ہونے کا بھرپور مظاہرہ کرتے رہے ہیں۔ ان کی شخصیت ملک بھر میں بالخصوص اور دنیا بھر میں بالعموم محبوب و محترم اور مقبول و ممتاز رہی۔

☆ حضرت مولانا محترم تحریکِ نظامِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قافلہ سالار تھے۔ آج اس تحریک کو جو مرتبہ و مقام حاصل ہے، اس میں ان کی خدمات اور مساعی جمیلہ بنیادی اہمیت و حیثیت رکھتی ہیں۔

☆ صدرِ مملکت جنرل محمد ضیاء الحق کی قائم کردہ قومی مجلسِ شوریٰ کے معزز رکن نامزد ہوئے اور قوانینِ اسلامی کے ترتیب و تشکیل اور تنفیذ کے لیے کارہائے نمایاں انجام دیے۔ علاوہ

ازیں وزارتِ امور مذہبی کی قائمہ کمیٹیوں کے رُکن رہے۔ اپنی وفات سے چند ماہ قبل مرکزی محکمہ اوقاف پاکستان کے نگران اعلیٰ اور یونیورسٹی گرانٹس کمیشن کے رُکن مقرر ہوئے۔

☆ اتحاد بین المسلمین کے لیے ملک بھر میں نمایاں خدمات انجام دیں قومی دفاعی فنڈ، متاثرین فلسطین، افغان مجاہدین، سیلاب زدگان اور ہر ناگہانی سانحے سے متاثر ہونے والے افراد کی امداد میں ہمیشہ بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے رہے۔

☆ حضرت مولانا اوکاڑوی نے کراچی کے علاقے ''گولی مار'' کا نام ''گل بہار'' اور ''رام باغ'' کا نام ''آرام باغ'' تجویز کیا، جو منظور و مقبول ہوا۔

☆ حضرت مولانا اوکاڑوی نے کراچی شہر کی پولیس کو گشت اور فوری کارروائی کے لیے ''سواری'' (سوزوکی پک اپ) کی فراہمی کی منظوری کروائی۔

☆ سولہ مرتبہ سفرِ حج و زیارت اور عمرہ کی سعادت سے مشرف ہوئے۔

☆ 1974ء میں پہلی مرتبہ عارضۂ قلب کی شکایت ہوئی مگر تبلیغی اور تنظیمی سرگرمیوں میں کوئی کمی نہیں کی بلکہ کچھ زیادہ جذبہ و جوش سے شب و روز چہار سمت میں صدائے حق بلند کرتے رہے۔

☆ حضرت مولانا نے کراچی شہر میں اہلِ سنت و جماعت کی طرف سے دس روزہ مجالس محرم اور جشنِ عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے جلوس و جلسہ میں انعقاد کا سلسلہ شروع کیا۔

☆ تین ہزار سے زائد افراد مولانا مرحوم کے دستِ حق پرست پر مشرف بہ اسلام ہوئے۔ اور لاکھوں افراد کے عقائد و اعمال کی اصلاح ہوئی۔

☆ حضرت مولانا مرحوم کو طریقت کے تمام سلاسل میں متعدد مشائخ سے اجازت و خلافت حاصل تھی۔ آپ کے مریدین ہزاروں کی تعداد میں دنیا بھر میں موجود ہیں۔

☆ حضرت مولانا قبلہ نے جنوبی افریقہ میں انجمن اہلِ سنت و جماعت قائم کی۔

☆ پاکستان میں سنی تبلیغی مشن، انجمن محبانِ صحابہ و اہلِ بیت، تنظیم ائمہ و خطبا مساجدِ اہلسنت اور متعدد ادارے قائم کیے۔

☆ چالیس برس میں حضرت خطیب پاکستان نے اٹھارہ ہزار سے زائد بڑے اجتماعات سے سینکڑوں موضوعات پر خطاب کیا جواب تک ایک عالمی ریکارڈ ہے۔(خطبات جمعہ اور دیگراس کے علاوہ ہیں)

☆ 1975ء میں دورانِ سفر، دوسری مرتبہ دل کا دورہ پڑا، اسی حالت میں کراچی آئے اور تقریباً چھ ہفتے ہسپتال میں زیرِ علاج رہے۔

☆ 1983ء میں آخری بیرونِ ملک سفر بھارت کے لیے کیا۔ اپنے دورے میں بمبئی، اجمیر، دہلی اور بریلی شریف گئے۔

☆ مارچ 1984ء میں شرق پور شریف گئے اور اپنے پیرومرشد کی درگاہ پر حاضری دی جو وہاں ان کی آخری حاضری ثابت ہوئی۔

☆ 20 اپریل 1984ء کو آخری خطاب جامع مسجد گلزارِ حبیب میں نمازِ جمعہ کے اجتماع سے کیا۔ اسی شب تیسری بار دل کا شدید دورہ پڑا اور قومی ادارہ برائے امراضِ قلب میں داخل ہوئے۔ تین دن بعد سہ شنبہ، 21 رجب المرجب 1404ھ بمطابق 24 اپریل 1984ء کی صبح 55 برس کی عمر میں اذانِ فجر کے بعد باآوازِ بلند درودوسلام پڑھتے ہوئے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ

☆ 25 اپریل کو نشتر پارک، کراچی میں علامہ سید احمد سعید کاظمی کی امامت میں ظہر کی نماز کے بعد لاکھوں افراد نے حضرت خطیب پاکستان کی نمازِ جنازہ ادا کی۔ اور پیارے کملی والے تاجدارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اس عاشقِ صادق کو کمال محبت واحترام سے رخصت کیا۔ اسی سہ پہر مولانا مرحوم مسجد گلزارِ حبیب کے احاطے میں مدفون ہوئے۔

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ دایماً ابداً

(ہجری) 1404

زِ دنیا برفتہ بہ شانِ رفیع
"محمد شفیعش محمد شفیع"

فہرست مضامین

شمار	عنوان	صفحہ
1	جگر گوشہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	
2	ولادت	
3	بچپن شریف	
4	والدہ کا انتقال	
5	نکاح	
6	فضائل	
7	کون افضل ہے	
8	زہد وتقویٰ	
9	نفس کے ساتھ جہاد	
10	فقر وفاقہ	
11	شرم وحیا	
12	پردہ کیوں ضروری ہے	
13	صبر ورضا	
14	صبر کا اجر دنیا میں	
15	صبر کا اجر آخرت میں	
16	صابرین کی تعریف	
17	صبر کی تعریف	
18	وفات شریف	
19	تجہیز وتکفین	

20 نمازِ جنازہ کس نے پڑھائی

21 مسئلۂ فِدک

22 وراثتِ انبیا

23 اہلِ سنت کی کتب سے

24 اعتراضات وجوابات

25 فضائل اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ

26 فضائل ومناقب

27 علم وفضل

28 عبادت اور سخاوت

29 مسلمان خاتون سے

30 مسلمان عورت کے لئے دعوتِ فکر

31 شریف مردوں اور عورتوں کے اوصاف

32 ارشاداتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

جگر گوشۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

آپ کا نام نامی اسمِ گرامی ہے، فاطمہ رضی اللہ عنہا اور القاب، سیدہ، زہرا بتول طاہرہ وزاکیہ، راضیہ ومرضیہ، عابدہ وزاہدہ ہیں۔

فاطمہ رضی اللہ عنہا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضورِ اکرم سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

اِنَّمَا سَمَّیۡتُ اِبۡنَتِیۡ فَاطِمَۃَ لِاَنَّ اللّٰہَ فَطَمَھَا وَمُحِبِّیۡھَا عَنِ النَّارِ

(کنز العمال: 34227، صواعق محرقہ صفحہ 151)

کہ میں نے اپنی بیٹی کا نام فاطمہ اس لئے رکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اور اس کے محبوں کو دوزخ سے آزاد کیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

اِنَّ فَاطِمَۃَ اَحۡصَنَتۡ فَرۡجَھَا فَحَرَّمَ اللّٰہُ ذُرِّیَّتَھَا عَلَی النَّارِ

(المستدرک حاکم: 4726)

کہ بے شک فاطمہ پاک دامن ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کی اولاد کو دوزخ پر حرام فرما دیا ہے۔

زَہرا

کلی، نہایت خوب صورت، اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کو بہت ہی زیادہ حُسن وجمال عطا فرمایا تھا۔ چناں چہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی والدہ سے

حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے متعلق پوچھا تو فرمایا:

كَانَتْ كَالْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ (مستدرک حاکم:4759)

کہ سیدہ چودھویں رات کے چاند کی طرح حسین وجمیل تھیں۔

بتول

دُنیا سے بے تعلق۔ چوں کہ آپ کی توجہ دُنیا اور اس کے عیش وعشرت کی طرف نہیں بلکہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی طرف رہی ہے، اس لئے آپ کو بتول کہتے ہیں۔

طاہرہ وزاکیہ

پاک صاف، چوں کہ بچپن ہی سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظرِ رحمت اور فیضانِ صحبت سے آپ کے باطن کا تزکیہ اور آپ کو ظاہری و باطنی طہارت و پاکیزگی حاصل ہو چکی تھی اس لئے آپ طاہرہ وزاکیہ کے لقب سے ملقب ہوئیں۔

راضیہ ومرضیہ

چوں کہ آپ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی رہتی تھیں اس لئے آپ کو راضیہ ومرضیہ کہتے ہیں۔

عابدہ وزاہدہ

آپ کی ساری زندگی زہد وعبادت میں گزری، (جیسا کہ آپ آئندہ سطور میں ملاحظہ فرمائیں گے) اس لئے آپ کو زاہدہ وعابدہ کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔

ولادت

آپ کی ولادت، اعلان نبوت کے پہلے سال ہوئی یعنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ظاہری عمر شریف اس وقت اکتالیس سال کی تھی، باقی تمام اولاد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبل از دعوائے نبوت ہوئی۔ چوں کہ آپ کی ولادت کا شانۂ نبوت کے انوار وتجلیات میں ہوئی اس لئے آپ کا مرتبہ بناتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سب سے زیادہ ہے۔

بچپن شریف

آپ کا بچپن شریف اور زندگی کا ہر لمحہ نہایت پاکیزہ تھا اور ایسا کیوں کر نہ ہوتا جب کہ حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت سیدہ خدیجۃ الکبریٰ کی آغوش رحمت آپ کی تربیت گاہ تھی اور آپ دن رات حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور خدیجۃ الکبریٰ کی زبانِ پاک سے پاکیزہ اقوال اور خداشناسی کے تذکرے سنتیں اور ان کے مقدس افعال و اعمال کا مشاہدہ کرتیں۔

والدہ کا انتقال

آپ کی عمر شریف ابھی نو برس ہی کی تھی کہ آپ کی والدہ ماجدہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا آپ کی بہترین تربیت فرما کر انتقال فرما گئیں، ان کی وفات کا صدمہ سب سے زیادہ آپ کو اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تھا۔

نکاح

جب آپ کی عمر شریف تقریباً ساڑھے پندرہ برس کی ہوئی تو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے آپ کا نکاح حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے نہایت سادگی کے ساتھ کر دیا۔ حضرت علی کی عمر اس وقت چوبیس سال کے قریب تھی۔ نکاح کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پانی دم کر کے دونوں پر اس کے چھینٹے مارے اور فرمایا میں تمہیں اور تمہاری اولاد کو شیطان مردود سے اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں۔

(کنزالعمال:37748،طبرانی کبیر:1153، ابن عساکر، صفحہ 438، ج36، ذخائرالعقبی، صفحہ 28، ج1،ص33، ج1)

فضائل

آپ کے فضائل بے شمار ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نورِ نظر، لختِ جگر اور آپ کو اپنے اہلِ بیت میں سب سے پیاری ہیں۔ فاتحِ خیبر، شیرِ خدا حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی اہلیہ محترمہ اور حسنین کریمین (حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہما) کی والدہ ماجدہ اور سارے جہان کی عورتوں کی سردار ہیں، پروردگارِ عالم نے اولادِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سلسلہ آپ ہی سے جاری فرمایا۔

تیری نسلِ پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عینِ نور تیرا سب گھرانا نور کا

اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَا تَرْضَيْنَ اَنْ تَكُوْنِيْ سَيِّدَةُ نِسَآءِ اَهْلِ الْجَنَّةِ اَوْ نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ o
(بخاری: 6285، مسلم 98-2450، اسد الغابہ صفحہ 223، ج6)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہ سے فرمایا کہ تو اس پر راضی نہیں ہے کہ تو سارے جہان اور جنت کی عورتوں کی سردار ہے؟

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

میں نے اپنی والدہ سے کہا کہ مجھ کو اجازت دیجئے کہ میں جا کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھوں اور پھر آپ کی خدمتِ اقدس میں اپنی اور تمہاری بخشش کی دعا کی درخواست کروں۔ والدہ نے اجازت دی اور میں آپ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا۔ مغرب کی نماز آپ کے ساتھ ادا کی، پھر نوافل پڑھے۔ اس کے بعد عشا کی نماز پڑھی۔ جب آپ نماز سے فارغ ہو کر چلے تو میں بھی آپ کے پیچھے پیچھے چلا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے قدموں کی آواز سن کر فرمایا۔ کیا تُو حذیفہ ہے؟ میں نے عرض کیا، ہاں!

قَالَ مَا حَا جَتُكَ غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ وَلاُ مِّكَ اِنَّ هٰذَا مَلَكٌ لَمْ يَنْزِلُ الْاَرْضَ قَطُّ قَبْلَ هٰذِهِ اللَّيْلَةَ اسْتَاذَنَ رَبَّهٗ اَنْ يُسَلِّمَ عَلَيَّ وَيُبَشِّرُنِيْ بِاَنَّ فَاطِمَةَ سَيِّدَةُ نِسَاءِ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَاَنَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ سَيِّدَا شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ

(ترمذی:3781، مشکوٰۃ:6171)

فرمایا تجھے کیا حاجت ہے۔ اللہ تجھے اور تیری ماں کو بخشے۔ یہ ایک فرشتہ ہے جو اس رات سے پہلے کبھی زمین پر نہیں اُترا، اس فرشتے نے اپنے پروردگار سے میرے پاس آکر مجھ کو سلام کرنے کی اجازت لی اور مجھے یہ بشارت دے رہا ہے کہ فاطمہ جنت کی عورتوں کی سردار اور حسن و حسین جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں۔ (رضی اللہ عنہم)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَفْضَلُ نِسَاءِ اَهْلِ الْجَنَّةِ خَدِيْجَةُ بِنْتُ خُوَيْلِدٍ وَفَاطِمَةُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ وَ مَرْيَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ وَاٰسِيَةِ بِنْتُ مُزَاحِمِ امْرَأَةُ فِرْعَوْنَ

(الاستیعاب ص1822، ج4 طبرانی:1019، 11928، الاصابہ، ص264، ج8، سیر اعلام النبلا، ص 52، ج راشدون، درمنثور ص193 ج2)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جنت کی عورتوں میں سے افضل عورتین خدیجہ بنتِ خویلد اور فاطمہ بنتِ محمد اور مریم بنت عمران اور آسیہ بنتِ مزاحم (فرعون کی بیوی) ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرُ نِسَآءِ الْعَالَمِيْنَ اَرْبَعُ مَرْيَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ وَ اٰسِيَةُ بِنْتُ مُزَاحِمِ وَخَدِيْجَةُ بِنْتُ خُوَيْلَدٍ وَفَاطِمَةُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جنت کی عورتوں میں سے افضل عورتین خدیجہ بنتِ خویلد اور فاطمہ بنتِ محمد اور مریم بنت عمران اور آسیہ بنتِ مزاحم (فرعون

(الاستیعاب صفحہ 772، الاصابہ 268، ج8، طبرانی کبیر: 1004، ذخائر العقبی، ص44، ج1) کی بیوی) ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تمام جہان کی عورتوں میں سے بہتر چار عورتیں ہیں مریم بنتِ عمران آسیہ بنتِ مزاحم اور خدیجہ بنتِ خویلد اور فاطمہ بنتِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

يَا بُنَيَّةُ اَمَا تَرْضَيْنَ اَنَّكِ سَيِّدَةُ نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ؟ قَالَتْ يَاآبَتِ فَاَيْنَ مَرْيَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ؟ قَالَ تِلْكَ سَيِّدَةُ نِسَاءِ عَالَمِهَا وَاَنْتِ سَيِّدَةُ نِسَآءِ عَالَمِكِ اَمَا وَاللهِ لَقَدْ زَوجْتُكَ سَيِّدًا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ

(الاستیعاب صفحہ 1895، ج4، حلیۃ الاولیاء، ص 2 8، ج 2، سیر اعلام النبلاء ص 1 2 6، ج2، ذخائر العقبی ص43، ج1)

اے بیٹی کیا تو راضی نہیں ہے کہ تو سارے جہان کی عورتوں کی سردار ہو؟ سیدہ نے عرض کیا ابا جان مریم بنت عمران بھی تو ہیں؟ فرمایا وہ اپنے زمانہ کی عورتوں کی سردار، تم اپنے زمانے کی عورتوں کی سردار ہو، اور خدا کی قسم تمہارا شوہر علی دنیا و آخرت میں سردار ہے۔

کون افضل ہے

حضرت مریم صدیقہ اور حضرت فاطمہ زَہرا رضی اللہ عنہما میں سے کون افضل ہے؟ بعض نے فرمایا حضرت مریم صدیقہ افضل ہیں کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کی شان میں فرمایا ہے وَاُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ اور فرمایا وَاصْطَفٰكِ عَلٰى نِسَاءِ الْعٰلَمِيْنَ ثابت ہوا کہ وہ صدیقہ بھی ہیں اور تمام جہان کی عورتوں پر برگزیدہ بھی ہیں۔

اس کے جواب میں علمائے کرام فرماتے ہیں کہ نِسَاءِ الْعٰلَمِيْن سے مراد اس زمانے کی عورتیں ہیں جیسا کہ بنی اسرائیل سے فرمایا گیا وَاَنِّيْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْن۔ لہٰذا جس طرح بنی اسرائیل کو ان کے زمانے میں دوسری قوموں پر فضیلت دی گئی تھی۔ اسی طرح

حضرت مریم کو اُن کے زمانے کی سب عورتوں پر فوقیت دی گئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادِ گرامی سے بھی یہی ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہ سے فرمایا: تِلْكَ سَيِّدَةُ نِسَاءِ عَالَمُهَا وَاَنْتِ سَيِّدَةُ نِسَاءِ عَالَمُكِ وہ اپنے زمانے کی عورتوں کی سردار اور تم اپنے زمانے کی عورتوں کی سردار ہو۔ کَمَا مَرَّ۔ نیز فرمایا:

اَربَعَ نسْوَة سيّدات عالمهن مَريَم بنت عمران وآسية بنت مُزاحم و خديجة بنت خُويلد و فَاطِمَة بنت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) و افضلهن عَالَما فاطِمَة

(درِمنثور، ص 194، ج 2، کنز العمال: 34411، ذخائر العقبی، ص44، ج1)

چار عورتیں اپنے اپنے زمانے کی سردار ہیں مریم بنت عمران اور آسیہ بنتِ مزاحم (فرعون کی بیوی) خدیجہ بنتِ خویلد، فاطمہ بنتِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان میں افضل فاطمہ زہرا ہیں۔

بہر صورت یہ ایک حقیقت ہے کہ حضرت سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا حضرت مریم اور حضرت آسیہ سے افضل ہیں۔

ڈاکٹر اقبال مرحوم سیدہ کے حضور ہدیۂ عقیدت پیش کرتے ہوئے خوب فرماتے ہیں ؎

مریم از یك نسبتِ عیسیٰ عزیز
از سه نسبت حضرتِ زَهرا عزیز

حضرت مریم (علیہا السلام) صرف ایک نسبت یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ ہونے کی وجہ سے عزیز ہیں مگر حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا تین نسبتوں کی وجہ سے زیادہ عزیز ہیں۔

نورِ چشم رحمة للعالمیں
آں امامِ اوّلیِن و آخریں

پہلی نسبت یہ کہ وہ اولین وآخرین کے امام رحمت للعالمین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نورِ نظر اور لختِ جگر ہیں۔

بانوئے آں تاج دارِ ھَلْ اَتٰی
مرتضٰی مشکل کُشا شیرِ خدا

دوسری نسبت یہ ہے کہ وہ تاجدارِ ہَل اَتی، مولائے مرتضٰی، مشکل کشا، شیرِ خدا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی بیوی ہیں۔

مادرِ آں مرکزِ پرکارِ عشق
مادرِ آں قافلہ سالارِ عشق

تیسری نسبت یہ ہے کہ وہ حضرات حسنین کی والدہ ہیں جو عشق کی پرکار کے مرکز اور عشق کے قافلہ سالار رہیں۔ (کلیاتِ اقبال، رموزِ بے خودی)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خَيْرُ النِّسَآءِ مِنْ اُمَّتِی فَاطِمَةُ بِنْتِ مُحَمَّدٍ۔
(المستدرک، طبرانی: 1006)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کی عورتوں میں بہترین میری بیٹی فاطمہ ہیں۔

حضرت جمیع بن عمیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

کہ میں اپنی پھوپھی کے ساتھ اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا۔

فَسَاَلْتُ اَیُّ النَّاسِ كَانَ اَحَبَّ اِلٰی رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ فَاطِمَةُ فَقِيْلَ مِنَ الرِّجَالِ؟ قَالَتْ زَوْجُهَا
(ترمذی: 3874، مشکوٰۃ: 6155، المستدرک: 4744، اسد الغابہ، ص 223، ج 6)

تو میں نے پوچھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سب سے زیادہ محبوب کون تھا؟ (حضرت عائشہ نے) فرمایا فاطمہؑ پھر میں نے عرض کیا اور مردوں میں؟ فرمایا ان کے شوہر (علی)

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت کردہ اس اور اس سے پہلے مذکور شدہ حدیث میں اگر انصاف سے غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اُم المومنین کی یہ روایتیں، ان

کے عدل وانصاف اور صداقت کی بہت بڑی دلیل ہونے کے ساتھ ان کی اور سیدہ کی گہری محبت کی علامت ہیں۔ چناں چہ اسی طرح:

حدیث دیگر آمدہ کہ از فاطمہ پرسیدند کہ از آدمیاں کہ دوست تر بود برسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، فرمود عائشہ! گفتند از مرداں؟ فرمودند پدرشریف وے
(مدارج النبوت، صفحہ 461، ج2)

دوسری حدیث میں آیا ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کس سے زیادہ محبت ہے؟ سیدہ نے فرمایا عائشہ سے۔ انہوں نے کہا اور مردوں میں سے؟ فرمایا ان کے باپ (صدیقِ اکبر) سے۔

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

كَانَ اَحَبُّ النِّسَاءِ اِلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ وَسَلَّمَ فَاطِمَةُ وَمِنَ الرِّجَالِ عَلِیٌّ
(ترمذی باب المناقب:3868، المستدرک: 4735)

کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عورتوں میں سے حضرت فاطمہ اور مردوں میں سے حضرت علی کو سب سے زیادہ محبوب رکھتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا سَافَرَ كَانَ اٰخِرُ النَّاسِ عَهْدًا بِهٖ فَاطِمَةَ وَاِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ كَانَ اَوَّلُ النَّاسِ بِهٖ عَهْدًا فَاطِمَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهَا
(المستدرک حاکم:4739)

کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب سفر کو تشریف لے جاتے تھے تو سب کے بعد اور جب سفر سے واپس تشریف لاتے تو سب سے پہلے حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ملاقات فرماتے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اِنَّ اللهَ يَغْضِبُ بِغَضَبِ فَاطِمَةَ وَيَرْضٰى بِرِضَآءِهَا

بے شک اللہ تعالیٰ فاطمہ کے غضب ناک ہونے سے غضب ناک ہوجاتا

(المستدرک حاکم،4730)

ہے اور اس کے راضی ہونے سے راضی ہوجاتا ہے۔

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ فَاطِمَۃُ بَضْعَۃٌ مِّنِّیْ فَمَنْ اَغْضَبَھَا اَغْضَبَنِیْ وَفِیْ رِوَایَۃٍ یُرِیْبُنِیْ مَآ اَرَابَھَا وَیُؤْذِیْنِیْ مَا اٰذَاھَا

(بخاری:5230،مسلم:93-2449،ترمذی: 3867)

کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا فاطمہ میرے گوشت کا ٹکڑا ہے جس نے اس کو ناراض کیا اس نے مجھ کو ناراض کیا، اضطراب میں ڈالتی ہے مجھ کو وہ چیز جو اس کو اضطراب میں ڈالے اور تکلیف دے۔

ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ جو شخص سیدہ فاطمۃ الزہرا کی یا ان کی اولاد کی بے ادبی کرے یا ان کو ایذا پہنچائے اُس نے اپنی جان کو ہلاکت میں ڈال دیا کیوں کہ اُس کی اس حرکت سے ان کو اذیت ہوگی جو غضبِ الٰہی کا موجب ہے۔جس طرح ان کا غضب، غضبِ الٰہی ہے اسی طرح ان کی رضا میں اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رضا ہے، چناں چہ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص یہ چاہتا ہو کہ قیامت کے دن میں اس کی شفاعت کروں تو اس کو چاہئے کہ وہ میرے اہلِ بیت کی نیاز مندی کرے اور ان کو دوست رکھے۔

(دیلمی، کنز العمال:39057)

حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مولوی قلندر علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ہر روز حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زیارت ہوتی تھی، ایک دن کسی جُمال کے لڑکے کو جو کہ سید تھا طمانچہ مارا، اس دن سے زیارت منقطع ہوگئی۔مدینہ منورہ کے مشائخ سے رجوع کیا انہوں نے ایک ولیہ مجذوبہ کا پتا دیا۔جب وہ عورت مسجد نبوی میں آئی مولانا نے عرض کیا، سنتے ہی جوش میں آئی اور مولانا کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا شُفْ ھٰذَا رَسُوْلُ اللّٰہِ! صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، پس مولانا نے بیداری میں چشمِ ظاہر سے زیارت کی۔اس سے پہلے اس لڑکے سے خطا بھی معاف کرائی

تھی مگر کچھ مفید نہ ہوا تھا۔ (امداد المشتاق صفحہ 100)

حضرت حسین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اَبشِرِی یَا فَاطِمَۃُ المَھدِیُ مِنکِ

اے فاطمہ تجھے بشارت ہے کہ امام مہدی تیری اولاد سے ہوں گے۔

(ابن عساکر: 4551، الفتح الکبیر، صفحہ 17، ج 1، کنز العمال: 34208، ذخائر العقبی، صفحہ 136، ج1)

حضرت اسماء بنتِ عمیس (زوجہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ) فرماتی ہیں کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی ولادت کے وقت میں سیدہ کے پاس تھی اور میں نے دایا کے فرائض انجام دیئے۔ میں نے کوئی خون وغیرہ جو بوقتِ ولادت نکلتا ہے، نہ دیکھا تو یہ کیفیت حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے بیان کی۔

فَقَالَ اَمَا عَلِمتِ اَنَّ فَاطِمَۃَ طَاھِرَۃٌ مُطَھَّرَۃٌ لَا یُرٰی لَھَا دَمًا فِیْ طَمث۔

تو آپ نے فرمایا کیا تو نہیں جانتی کہ فاطمہ طاہرہ ومطہرہ ہے اس کا حیض میں بھی خون نہیں دیکھا گیا۔

(ذخائر العقبی، صفحہ 44، ج 1، تشریف البشر، صفحہ 11، نزہۃ المجالس، صفحہ 176، ج2، سبل الہدی والرشاد ص486، ج10)

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

مَا رَأَیْتُ اَحَدًا اَشْبَہَ سَمْتًا وَدَلًّا وَھَدْیًا (وَفِی رِوَایَۃِ کَلَامًا وَحَدِیْثًا) بِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ قِیَامِھَا وَقُعُوْدِ ھَا مِنْ فَاطِمَۃَ بِنْتِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَتْ وَکَانَتْ اِذَا دَخَلَتْ عَلَی النَّبِیّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَامَ اِلَیْھَا فَقَبَّلَھَا وَاَجْلَسَھَا فِی مَجْلِسِہٖ

میں نے کسی کو نہیں دیکھا جو بیٹھنے، اُٹھنے، چلنے، پھرنے، حُسنِ خلق اور گفتگو میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حضرتِ فاطمہ بنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ مشابہ ہو۔ اُم المؤمنین فرماتی ہیں جب حضرت فاطمہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تشریف لاتیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے لئے کھڑے

وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ عَلَيْهَا قَامَتْ مِنْ مَّجْلِسِهَا فَقَبَّلَتْهُ وَاَجْلَسَتْهُ فِيْ مَجْلِسِهَا
(ترمذی:3872، المستدرک حاکم: 4732، 7715)

ہوجاتے اور ان کو چومتے اور اپنی جگہ پر پیار و محبت سے بٹھاتے، اور جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے پاس تشریف لے جاتے تو آپ رضی اللہ عنہا کھڑی ہوجاتیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دستِ مبارک کو بوسہ دیتیں اور بے حد احترام سے اپنی جگہ بٹھاتیں۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اگر کوئی بڑا، چھوٹے پر شفقت و محبت فرماتے ہوئے اور چھوٹا بڑے کی تعظیم کرتے ہوئے کھڑا ہوجائے تو یہ جائز اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہے لہٰذا بعض لوگوں کا یہ کہنا کہ اللہ کے سوا کسی اور کی تعظیم کے لئے کھڑا ہونا شرک ہے، سراسر غلط اور دلیلِ جہالت ہے(1)

اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

مَا رَأَيْتُ اَحَدًا كَانَ اَصْدَقُ لَهجَةً مِنْ فَاطِمَةَ اِلَّا اَنْ يَكُوْنَ الَّذِيْ وَلَدَهَا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
(الاستیعاب، صفحہ 772، ج 2، المستدرک: 4756)

میں نے فاطمہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر کسی کو فصیح نہیں دیکھا، اور ایسا کیوں نہ ہوتا جب کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی تھیں۔

نزہۃ المجالس میں روایت ہے کہ جب آیۂ کریمہ وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا نازل ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فکرِ اُمت میں بہت رونے لگے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ حالت دیکھ کر صحابۂ کرام بھی بوجہ غلبۂ محبت رونے لگ گئے لیکن کسی کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رونے کا سبب معلوم نہ تھا۔ چوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انتہائی رنج و غم میں بھی سیدہ رضی اللہ عنہا کو دیکھ کر خوش ہوجاتے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سب رنج و غم دور ہوجاتا تھا۔ اس لئے بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے یہ تجویز کی کہ کسی طرح سیدہ کو بلایا جائے، چناں چہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ گئے اور تمام ماجرا عرض کر کے خواہش

1۔ تفصیل کیلئے سلام و قیام اور مسئلہ میلاد کے موضوع پر میرا رسالہ "برکات میلاد شریف" ملاحظہ فرمائیں۔

ظاہر کی کہ آپ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تشریف لے چلیں۔ خاتونِ جنت سیدۃ نساء العالمین نے اسی وقت اُٹھ کر ایک کمبل اوڑھا جس میں بارہ سے زیادہ پیوند تھے اور چلیں۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، کہ میرے دل میں ایک درد سا اُٹھا اور میں روتے ہوئے دل میں یہ کہتا جا رہا تھا کہ کفار کی بیٹیاں تو زرّیں لباس پہنیں اور محمد رسول اللہ و کی پیاری بیٹی کے لباس میں اتنے پیوند لگے ہیں۔ جب دربارِ رسالت میں پہنچے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھتے ہی سیدہ کی مبارک آنکھیں اشک بار ہو گئیں اور روتے ہوئے عرض کیا، ابا جان کس بات نے آپ کو اس قدر رُلایا؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ آیت پڑھ کر سنائی جو نازل ہوئی تھی۔ سیدہ سنتے ہی خوفِ خدا سے اور زیادہ رونے لگیں۔ اور روتے روتے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف توجہ کر کے فرمایا، یا شیخ المہاجرین، اللہ نے اپنے نبی پر آیت وَ اِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا اتاری ہے تو کیا آپ امت کے بوڑھوں پر فدا ہوتے ہیں؟ انہوں نے کہا ہاں! پھر آپ نے علی مرتضیٰ سے فرمایا کیا آپ اُمت کے نوجوانوں پر فدا ہوتے ہیں؟ انہوں نے کہا ہاں؟ پھر آپ رضی اللہ عنہا نے حسن و حسین سے فرمایا، کیا تم اُمت کے بچوں پر فدا ہوتے ہو؟ انہوں نے کہا ہاں! پھر آپ نے فرمایا میں اُمت کی عورتوں پر فدا ہوتی ہوں۔

فَنَزَلَ جِبْرِيْلُ وَقَالَ يَا مُحَمَّدُ اِنَّ اللهَ يَقْرَئُكَ السَّلَامُ وَيَقُوْلُ قُلْ بِفَاطِمَةِ لَا تَحْزُنِىْ فَاِنِّىْ اَفْعَلُ بِاُمَّتِكَ مَا تُحِبُّهُ فَاطِمَة

(نزہۃ المجالس، صفحہ 174، جلد 2)

پس جبریل نازل ہوئے اور کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ آپ کو سلام فرماتا ہے اور فرماتا ہے کہ فاطمہ سے کہیں کہ وہ غم نہ کرے میں آپ کی امت سے وہی سلوک کروں گا جو فاطمہ چاہے گی۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خوش ہو گئے اور سجدۂ شکر بجالائے۔

وہ نورالعین، وہ لختِ دلِ محبوبِ ربانی — وہ فخرِ ہاجرہ و آسیہ و مریمِ ثانی
وہ جن کا ایک سجدہ ضامنِ عفوِ خطا کاراں — وہ جن کی جنبشِ لب شافعِ جُرمِ گنہ گاراں

زہد وتقویٰ

راہِ خدا میں کفار سے لڑنا بھی جہاد ہے مگر نفسی خواہشات کی مخالفت کرتے ہوئے محرمات سے بچنا اور صدقِ نیت کے ساتھ کتاب وسنت پر عمل کرنا اور اس پر ثابت قدم رہتے ہوئے طرح طرح کی سختیاں جھیلنا بھی جہادِ اکبر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَ نَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰىۙ﴿۴۰﴾ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰىؕ﴿۴۱﴾ (النازعات)

اور وہ جس نے اپنے نفس کو خواہشِ بد سے روکا تو اُس کا ٹھکانا جنت ہی ہے۔

اس آیۃ کریمہ سے معلوم ہوا کہ جو نفسانی خواہشات کی پیروی کی بجائے نفس کو قابو میں رکھ کر احکامِ الٰہی کی پیروی کرے اُس کا ٹھکانا سوائے جنت کے اور کہیں نہیں۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اَلْجِهَادُ اَرْبَعٌ: اَلْاَمْرُ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّهْيُ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالصِّدْقُ فِيْ مَوَاطِنِ الصَّبْرِ وَشَنَآنُ الفَاسِقِ

جہاد چار ہیں نیکی کرنے کا حکم دینا برائی سے منع کرنا۔ مقاماتِ مصیبت میں سچائی اختیار کرنا، نافرمان سے نفرت کرنا۔

(الفتح الکبیر، صفحہ 208، ج 2، کنز العمال: 5513، حلیۃ الاولیاء، صفحہ 10، ج5)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اَفْضَلُ الْجِهَادِ اَنْ يُّجَاهِدَ الرَّجُلُ نَفْسَهٗ وَهَوَاهُ

افضل ترین جہاد یہ ہے کہ آدمی اپنے نفس اور اس کی ناجائز خواہشوں سے جہاد کرے۔

(الفتح الکبیر، صفحہ 208، ج 2، کنز العمال: 11262، فیض القدیر: 1247)

اس حدیث سے صراحۃً ثابت ہوا کہ نفس اور اس کی خواہشات سے جہاد کرنا افضل ترین جہاد ہے اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوہ تبوک سے واپسی کے موقع پر فرمایا تھا:

رَجَعْنَا مِنَ الْجِهَادِ الْاَصْغَرِ اِلَى الْجِهَادِ الْاَكْبَرِ
کہ ہم جہادِ اصغر سے جہادِ اکبر کی طرف لوٹے ہیں۔

صحابۂ کرام نے عرض کیا، یا رسول اللہ جہادِ اکبر کیا ہے؟ فرمایا نفس کو خدا کی نافرمانی سے باز رکھنا۔ (غنیۃ الطالبین، صفحہ 207، جلد 2، کیمیائے سعادت فارسی، ص 203، کنز العمال: 11260، 11779، تاریخ بغداد: 7345)

نفس سے جہاد، جہادِ اکبر کیوں ہے؟ اس لئے کہ کفار، ظاہری دشمن ہیں اور نفس و شیطان، باطنی دشمن۔ کفار سے جہاد کرنے کے لئے قوتِ بازو اور تیر و تلوار کی ضرورت ہے اور نفس و شیطان سے جہاد کرنے کے لئے قوتِ ایمان و عمل کی ضرورت ہے۔ کفار سے کبھی کبھی جہاد کا موقع آتا ہے مگر نفس و شیطان سے ہر وقت جہاد کرنا پڑتا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ نفس کے ساتھ جہاد یقیناً بڑا جہاد ہے۔

نفس کے ساتھ جہاد

جہاد کا نتیجہ فتح یا شکست ہے۔ اگر آپ نفس کی خواہشوں کو پورا کرتے ہوئے حرام اختیار کر لیں تو یہ آپ کی شکست اور نفس کی فتح ہے اور اگر آپ نفس کی خواہشات کو کچل دیں اور حرام کے اختیار سے بچیں تو یہ آپ کی فتح اور نفس کی شکست ہے اور ظاہر ہے کہ کسی دشمن کو جب شکست پر شکست دیتے ہوئے اس کی طاقت و قوت کو کمزور کرتے چلے جائیں تو ایک دن آئے گا کہ دشمن ختم ہو جائے گا یا سر اُٹھانے کے قابل نہیں رہے گا۔ اہلِ اللہ کا یہی طریقہ ہے کہ وہ دشمن نفس کی خواہشات کو مسلسل کچلتے چلے جاتے ہیں، یہاں تک کہ وہ نفس کو بالکل مار دیتے ہیں اور جب نفس ہی مر گیا تو نفسی خواہشات کہاں ہوں گی؟ پھر تو وہ سراپا روحانیت ہی روحانیت ہو جاتے ہیں، ان کے تقاضے پھر نفسانی نہیں روحانی ہوتے ہیں۔ پھر وہ صرف خدا کے طالب ہو جاتے ہیں۔ کسی دوسری چیز کی رغبت ہی نہیں کرتے اور نہ ان کی نظروں میں کسی دوسری چیز کی کوئی وقعت ہی رہتی ہے۔ پھر وہ حلال کی خواہش بھی نہیں کرتے، حلال چیزوں کا دروازہ بھی اپنے اوپر بند کر لیتے ہیں۔ چناں چہ حضرت عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

کہ میں حرام کے اختیار کے خوف سے ستر مرتبہ اپنا ہاتھ حلال سے کھینچتا ہوں۔

یہی وجہ ہے کہ شہنشاہِ کونین ہونے کے باوجود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فقر وفاقہ اختیار فرمایا اور دنیا کی چیزوں کی رغبت نہیں فرمائی اور یہی حال آپ کے غلاموں اور خداموں کا رہا ہے اور چوں کہ آپ کو اپنی پیاری بیٹی سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا سے خاص محبت تھی اس لئے جو کچھ آپ نے اپنے لئے پسند فرمایا وہی کچھ بیٹی کے لئے پسند فرمایا چناں چہ حضرت ثوبان فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے۔ میں بھی آپ کے ہمراہ تھا۔ سیدہ نے اپنے گلے میں سے ایک سونے کی زنجیر اُتاری اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دکھا کر عرض کی۔ ابا جان! یہ ابوحسن (علی) نے مجھ کو تحفہ دیا ہے۔

فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا فَاطِمَةُ أَيَسُرُّكِ اَنْ يَّقُوْلَ النَّاسُ فَاطِمَةُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ وَفِيْ يَدِكَ سِلْسِلَةٌ مِّنْ نَارٍ؟ ثُمَّ خَرَجَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَم يَقْعُدْ فَعَمِدَتْ فَاطِمَةُ اِلَى السِّلْسِلَةِ فَاشْتَرَتْ بِهَا غلامًا فَاَعْتَقَتْهُ فَبَلَغَ ذَالِكَ النَّبِى صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ نَجّٰى فَاطِمَةَ مِنَ النَّارِ

(مستدرک حاکم: 4729، سیر اعلام النبلاء، صفحہ 123، جلد 2)

تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے فاطمہ! کیا تجھے یہ اچھا لگتا ہے کہ لوگ کہیں کہ فاطمہ بنتِ محمد کے ہاتھوں میں جہنم کی زنجیر ہے؟ یہ فرما کر آپ تشریف لے گئے اور وہاں نہ بیٹھے۔ فاطمہ نے اسی وقت اس زنجیر کو بیچ دیا، جو قیمت ملی اس سے ایک غلام خرید کر راہِ خدا میں آزاد کر دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب یہ خبر پہنچی تو فرمایا، سب تعریف اس اللہ کے لئے ہے جس نے فاطمہ کو دوزخ سے نجات دی۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ میں نے سیدہ فاطمہ سے کہا کہ پانی بھرتے بھرتے میرے سینے میں درد ہو گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بہت سے قیدی تمہارے باپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بھیج دیئے ہیں ایک لونڈی ہی مانگ لاؤ۔ سیدہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ خدا کی قسم چکّی چلاتے اور جَو پیستے ہوئے میرے ہاتھوں میں بھی چھالے پڑ گئے ہیں اور مجھے

گھر کا سارا کام خود کرنا پڑتا ہے، چناں چہ سیدہ گئیں۔ اتفاق سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت گھر میں تشریف فرما نہیں تھے تو وہ اپنا مقصود اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بیان کر کے واپس آ گئیں۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے تو اُم المومنین نے سیدہ کا آنا اور لونڈی کا طلب کرنا بیان کیا۔ اُسی وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیدہ کے مکان پر تشریف لائے۔

وَقَالَ اَلَا اَدُلُّكُمَا عَلٰى خَيْرٍ مِمَّا سَأَلْتُمَانِىْ قُلْنَا بَلٰى قَالَ اِذَا اَخَذْتُمَا مَضَاجِعَكُمَا اَوْ اَوَيْتُمَا اِلٰى فِرَاشِكُمَا فَسَبِّحَا ثَلَاثًا وَثَلَاثِيْنَ وَاحْمَدَا ثَلَاثًا وَّثَلَاثِيْنَ وَكَبِّرَا اَرْبَعًا وَّثَلَاثِيْنَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمَا مِنْ خَادِمٍ

(بخاری:6318، زرقانی علی المواہب، صفحہ 367، جلد 2، طبقات ابن سعد ص 21، ج 8، سبل الہدی والرشاد، صفحہ 48، جلد 11)

اور فرمایا کیا تمہیں ایسی بات نہ بتاؤں جو اس سے بہتر ہو جس کا تم نے مطالبہ کیا ہے؟ عرض کیا جی ہاں ارشاد ہوا فرمایا رات کو سوتے وقت 33 مرتبہ سُبْحَانَ اللهِ 33 مرتبہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اور 34 مرتبہ اَللّٰهُ اَكْبَرُ پڑھ لیا کرو۔ یہ تمہارے لئے خادم سے بہتر ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوئیں۔

فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللهِ اِنِّىْ وَابْنُ عَمِّىْ مَالَنَا فِرَاشٍ اِلَّا جِلْدَ كَبْشٍ نَنَامُ عَلَيْهِ بِاللَّيْلِ وَنَعْلُفُ عَلَيْهِ نَاضِحَنَا بِالنَّهَارِ فَقَالَ يَا بُنَيَّةُ اِصْبِرِىْ فَاِنَّ مُوْسَى ابْنِ عِمْرَانَ اَقَامَ مَعَ اِمْرَأَتِهٖ عَشَرَ سِنِيْنَ مَالَهُمَا فِرَاشٍ اِلَّا عِبَاءَةٌ قُطْوَانِيَةٌ

(زرقانی علی المواہب، صفحہ 367، جلد 2)

اور عرض کیا یا رسول اللہ ہمارے پاس کوئی بچھونا تک نہیں ہے سوائے ایک مینڈھے کی کھال کے جس پر ہم رات کو سوتے ہیں اور دن کو اسی میں اپنے اونٹ کو چارہ وغیرہ ڈالتے ہیں۔ آپ نے فرمایا بیٹی صبر کرو، موسیٰ بن عمران علیہ السلام نے اپنی بیوی کے ساتھ دس برس اس طرح گزارے تھے کہ اُن کے واسطے کوئی بچھونا وغیرہ نہ تھا سوائے ایک چادر

کے جو چھوٹی سی تھی۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صبح کے وقت سیدہ فاطمہ کے گھر تشریف لے گئے، میں بھی آپ کے ساتھ تھا دروازے پر پہنچ کر فرمایا، السلام علیکم بیٹی، ایک شخص میرے ساتھ ہے، ہم اندر آجائیں؟ سیدہ نے کہا یارسول اللہ میرے بدن پر ایک پرانی کملی کے سوا اور کوئی کپڑا نہیں ہے اور اس سے سارا بدن نہیں چھپتا۔ آپ نے اپنی پرانی چادر ان کی طرف پھینک دی جس سے انہوں نے اپنا بدن چھپایا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اندر تشریف لے گئے۔ فرمایا: بیٹی کیا حال ہے؟ عرض کیا ابا جان! کل سے کچھ نہیں کھایا، فاقے سے ہوں، بھوک نے بہت تنگ کیا ہے۔ یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آبدیدہ ہو گئے اور فرمایا بیٹی تین دن سے میں نے خود کچھ نہیں کھایا۔ حالاں کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں اور اس کے نزدیک تجھ سے زیادہ مکرم ہوں اور اگر میں اس سے سوال کروں تو وہ مجھے ضرور کھلائے لیکن میں نے دنیا پر آخرت کو ترجیح دے کر خود فقر و فاقہ اختیار کیا ہے۔

ثُمَّ ضَرَبَ بِيَدِهٖ عَلٰى مَنْكِبِيْهَا وَقَالَ اَبْشِرِیْ فَوَ اللّٰهِ لَقَدْ زَوَّجْتُكِ سَيِّدًا فِى الدُّنْيَا والاٰخِرَةِ فَاقْنَعِیْ بِابْنِ عَمِّكِ فَاِنَّكَ سَيِّدَةُ نساۤءِ اَهْلِ الْجَنَّةِ

(کیمیائے سعادت فارسی، ص 259، حلیۃ الاولیاء، صفحہ 42، جلد 2، نزہۃ المجالس، صفحہ 175، جلد2)

پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا دستِ مبارک سیدہ رضی اللہ عنہا کے کاندھوں پر رکھ کر فرمایا کہ بیٹی تو خوش رہ کہ تو جنت کی عورتوں کی سردار ہے اور تیرا نکاح میں نے اس سے کیا ہے جو دنیا و آخرت میں سردار ہے پس تُو اپنے شوہر کے ہمراہ (صبر و شکر کے ساتھ) قناعت کر! اور بے شک تو بھی اہل جنت کی عورتوں کی سردار ہے۔

فقر و فاقہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، جو شخص بہ نیتِ اجر بھوکا رہے گا قیامت کی سختی سے محفوظ رہے گا (کنز العمال:43190)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بہشت کا دروازہ برابر کھٹکھٹاتی رہا کرو، میں نے عرض کیا یارسول اللہ، بہشت کا دروازہ کاہے سے کھٹکھٹائیں؟ فرمایا بھوک اور پیاس سے (کیمیائے سعادت فارسی، ص209)

حضرت جحیفہ کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے ڈکار آئی، آپ نے فرمایا اس ڈکار کو دور رکھ، اس لئے کہ جو اس جہان میں بہت سیر ہے وہ اُس جہان میں بہت بھوکا ہوگا۔

(کیمیائے سعادت فارسی، ص209، کنزالعمال:6222)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم بھوکے اور پیاسے رہ کر اپنے ساتھ جہاد کیا کرو کیوں کہ اس کا ثواب کفار کے ساتھ جہاد کرنے کے برابر ہے۔ (کیمیائے سعادت فارسی، ص209)

صحابۂ کرام نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا یارسول اللہ افضل ترین شخص کون ہے؟ فرمایا جو تھوڑا کھائے، تھوڑا سوئے، تھوڑا ہنسے اور تھوڑے کپڑے پر قناعت کرے، اور تفکر کرے

(کیمیائے سعادت فارسی، ص209)

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا:

يَا رَسُوْلَ اللهِ وَاللهِ اِنِّیْ لَاحِبُّكَ فَقَالَ لَهُ: اُنْظُرْ مَاذَا تَقُوْلُ؟ قَالَ وَاللهِ اِنِّیْ لَاحِبُّكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ! فَقَالَ اِنْ كُنْتَ تُحِبُّنِیْ فَاَعِدَّ لِلْفَقْرِ تِجْفَافًا فَاِنَّ الْفَقْرَ اَسْرَعُ اِلٰی مَنْ يُحِبُّنِیْ (ترمذی شریف:2350)

یارسول اللہ خدا کی قسم میں آپ کو محبوب رکھتا ہوں۔ فرمایا، دیکھ کیا کہہ رہا ہے؟ کہا خدا کی قسم واقعی میں آپ کو محبوب رکھتا ہوں اور یہ تین مرتبہ کہا، فرمایا اگر تو واقعی مجھ کو محبوب رکھتا ہے تو فقر وفاقہ کے لئے تیار ہو جا کیوں کہ جو مجھ کو محبوب رکھتا ہے فقر وفاقہ بہت جلد اس کی طرف آتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر میں تین دن برابر گیہوں کی روٹی کسی نے نہیں کھائی۔ (ترمذی:2358)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اہل وعیال

کئی کئی راتیں بھوکے ہی گزارتے تھے اور جب کبھی کھاتے تو جَو کی روٹی ہوتی۔

(ترمذی:2360)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی شکم سیر ہو کر نہیں کھایا اور کبھی فاقہ کا شکوہ کسی سے نہیں فرمایا، فرماتی ہیں بعض مرتبہ آپ کے فاقے کی حالت کو دیکھ کر رونے لگ جاتی۔

وَاَمۡسَحُ بِیَدِیۡ عَلٰی بَطۡنِهٖ مِمَّابِهٖ مِنَ الۡجُوۡعِ وَاَقُوۡلُ نَفۡسِیۡ لَكَ الۡفِدَاءُ لَوۡ تَبَلَّغۡتَ مِنَ الدُّنۡیَا بِمَا یَقُوۡتِكَ فَیَقُوۡلُ یَا عَائِشَة مَالِیۡ وَلِلدُّنۡیَا اِخۡوَانِیۡ مِنۡ اُوۡلِی الۡعَزۡمِ مِنَ الرُّسُلِ صَبَرُ وَاعَلٰی مَا هُوَ اَشَدُّ مِنۡ هٰذَا

(شفا شریف، صفحہ 283، جلد 1، کیمیائے سعادت فارسی، ص209)

اور اپنا ہاتھ آپ کے پیٹ پر پھیرا کرتی (جو فاقہ سے دبا ہوا ہوتا) اور کہا کرتی کہ میری جان آپ پر فدا ہو، دنیا میں سے اتنا ہی قبول فرمالیجئے جو (جسمی) توانائی کے قائم رکھنے کو کافی ہو تو جواب میں فرماتے عائشہ مجھے دنیا سے کیا کام میرے بھائی اولوالعزم رسول تو اس سے بھی زیادہ سخت حالت میں صبر کیا کرتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک روز نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم اور جبریل امین مکہ معظّمہ میں کوہِ صفا پر تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جبریل امین سے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے، شام کو آلِ محمد کے پاس ایک مٹھی آٹا اور ایک ہتھیلی بھر ستّو بھی نہیں ہوتا۔ یہ کلام پورا ہونے بھی نہیں پایا تھا کہ آسمان سے ایک ہولناک آواز آئی۔ فرمایا، جبریل یہ کیا ہے؟ عرض کیا اسرافیل کو آپ کے پاس حاضر ہونے کا حکم ہوا ہے چناں چہ وہ حاضر ہو گئے اور کہا کہ جو آپ نے کلام فرمایا ہے وہ اللہ تعالیٰ نے سنا اور آپ کے پاس مجھے زمین کے خزانوں کی کنجیاں دے کر بھیجا ہے کہ میں یہ کنجیاں آپ کی خدمت میں پیش کر دوں اور تہامہ کے پہاڑوں کو زمرد، یاقوت، چاندی اور سونا بنا دوں اگر آپ اس پر راضی ہیں تو میں ابھی یہ کام کر دیتا ہوں، آپ کو اختیار دیا ہے کہ چاہے نبی بادشاہ

بنیں یا نبی بندے۔آپ نے فرمایا میں نبی بندہ بننا چاہتا ہوں۔

(کنز العمال:32027، سبل الہدیٰ والرشاد، صفحہ 38، جلد 7، زرقانی، صفحہ 257، جلد 7)

اس سے ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فقر و فاقہ خود اختیار فرمایا اور اس فقر و فاقہ کو غنا پر ترجیح دی اور پھر جس صبر و شکر کے ساتھ آپ نے اور آپ کی ازواجِ مطہرات و اہلِ بیت اطہار نے گزران کی اس کی مثال نہیں ملتی چناں چہ چند درج ذیل روایات اس کی روشن دلیل ہیں۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا تشریف لائیں، اس وقت ان کا چہرہ زرد ہو رہا تھا۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کا چہرہ دیکھ کر پہچان گئے کہ بھوک کے سبب سے ایسا ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا دستِ مبارک ان کے گلے کے نیچے جہاں ہار ہوتا ہے، رکھ کر انگلیوں کو کشادہ کیا اور فرمایا:

اَللّٰهُمَّ مُشْبِعَ الْجَاعَةِ وَرَافِعَ الْوَضِيْعَةِ اِرْفَعْ فَاطِمَةَ بِنْتِ مُحَمَّدٍ قَالَ عِمْرَانُ فَنَظَرْتُ اِلَيْهَا وَقَدْ ذَهَبَتِ الصُّفْرَةُ مِنْ وَّجْهِهَا فَلَقِيْتُهَا بَعْدَ فَسَاَلْتُهَا فَقَالَتْ مَا جُعْتُ بَعْدَ يَا عِمْرَان!

(طبرانی اوسط:3999، مجمع الزوائد:15201، دلائل النبوۃ، بیہقی، صفحہ 108، ج 6، سبل الہدیٰ، صفحہ 48، جلد 11، ابو نعیم:390)

اے اللہ بھوکوں کو سیراب اور پست کو بلند کرنے والے، فاطمہ بنتِ محمد کو بلند کر۔ عمران فرماتے ہیں: میں نے سیدہ کو دیکھا کہ بھوک کے آثار ان کے چہرے سے جاتے رہے کچھ عرصہ بعد میں سیدہ سے ملا اور پوچھا تو فرمایا (اے عمران) اس کے بعد مجھے بھوک سے کبھی اذیت نہیں ہوئی۔

امام حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن ہم سب کو ایک وقت کے بعد کھانا میسر ہوا۔والد بزرگوار میں اور امام حسین رضی اللہ عنہ کھا چکے تھے، والدہ ماجدہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ابھی کھانا تھا کہ دروازے پر آ کر سائل نے آ کر یوں سوال کیا، رسول اللہ کی بیٹی پر سلام ہو۔میں دو وقت کا بھوکا ہوں، مجھے کھانا دو، یہ سن کر والدہ ماجدہ نے مجھ سے فرمایا جاؤ یہ کھانا اس سائل کو دے

آؤ، مجھے تو ایک وقت کا فاقہ ہے اور اس نے دو وقت سے نہیں کھایا۔ (سیرت فاطمہ رضی اللہ عنہا)

محدث ابنِ جوزی نے روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک نئی قمیص سیدہ کو جہیز میں دی تھی، کچھ عرصے کے بعد ایک سائل نے سیدہ کے دروازے پر آ کر سوال کیا، اے نبی کے گھر والو میں محتاج ہوں، کوئی پھٹا پرانا کپڑا ہو تو مجھ کو دے دو! سیدہ کے پاس اس وقت ایک پرانی قمیص تھی، فرماتی ہیں جب اس کے دینے کا ارادہ کیا تو فوراً یہ آیۂ مبارکہ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ○ یاد آئی۔ (اللہ فرماتا ہے کہ تم نیکی کے اعلیٰ درجے کو نہیں پہنچ سکو گے، جب تک راہِ خدا میں اپنی پیاری چیز نہ دو گے۔) فوراً پرانی قمیص رکھ دی اور نئی نکال کر سائل کو دے دی۔ (نزہۃ المجالس، صفحہ 175، جلد 2)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ بنی سلیم میں سے ایک شخص نے بارگاہِ اقدس میں حاضر ہو کر یوں گستاخی کی، اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا تو وہی جادوگر ہے جس کے متعلق یہ مشہور ہے کہ اس کے وجود کا سایہ زمین پر نہیں پڑتا، خدا کی قسم اگر یہ خیال نہ ہوتا کہ میری قوم مجھ سے ناراض ہو جائے گی تو میں اس تلوار سے تیرا سر اُڑا دیتا۔ (معاذ اللہ)

حضرت عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر چاہا کہ اس بے ادبی اور گستاخی کا جواب دیا جائے مگر سید المرسلین رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے روک دیا اور اس شخص سے فرمایا کہ تُو آخرت کے عذاب سے ڈر اور دوزخ کے عذاب سے خوف کھا، بتوں کی پوجا چھوڑ دے اور خدائے وحدہ لاشریک کی پوجا و پرستش کر۔ میں جادوگر نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا بندہ اور اُس کا رسول ہوں۔ آپ کے حُسنِ خلق اور اس پُر تاثیر کلام کا اس پر ایسا اثر ہوا کہ وہ قاتلانہ جذبات رکھنے والا بُت پرست کافر اسی وقت مسلمان ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام سے فرمایا کہ اس کو قرآن کی چند آیتیں سکھا دو۔ جب وہ سیکھ چکا تو فرمایا تیرے پاس کس قدر مال ہے؟ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا کی قسم قبیلہ بنی سلیم میں چار ہزار آدمی ہیں لیکن مجھ سے زیادہ ان میں کوئی فقیر نہیں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کی طرف دیکھ کر فرمایا، تم میں سے کوئی ایسا ہے جو اس کو ایک اونٹ خرید کر دے دے اللہ تعالیٰ اس کو بہتر بدلہ دے گا۔

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے پاس ایک اونٹنی ہے وہ میں اس کو دے دیتا ہوں۔ پھر فرمایا کون ہے جو اس کا سر ڈھانپ دے اور اللہ تعالیٰ کو راضی کرے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی دستار مُبارک اُتار کر اس کے سر پر رکھ دی، پھر فرمایا کون ہے جو اس کے کھانے کا اس وقت انتظام کر دے؟ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اُٹھے اور چند مکانوں پر گئے۔ لیکن اتفاق سے کچھ نہ ملا۔ پھر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مکان پر حاضر ہوکر دروازہ کھٹکھٹایا سیدہ نے فرمایا کون ہے؟ عرض کیا میں سلمان فارسی ہوں، فرمایا کیسے آئے ہو؟ حضرت سلمان نے سارا ماجرا سُنایا۔ سیدہ سن کر آبدیدہ ہوگئیں اور فرمایا اے سلمان اس خدا کی قسم جس نے میرے باپ کو رسول بنا کر بھیجا ہے۔ آج تیسرا دن ہے کہ ہم سب فاقے سے ہیں لیکن تم دروازے پر آ گئے ہو خالی کیسے واپس کروں، جاؤ یہ چادر لے جاؤ اور شمعون یہودی کے پاس جا کر کہو کہ فاطمہ بنتِ محمد کی یہ چادر رکھ لو اور تھوڑے سے جو قرض دے دو۔ حضرت سلمان اس چادر کو لے کر شمعون کے پاس آئے اور سارا حال بیان کیا۔ شمعون کچھ دیر تک اس ردائے مبارک کو دیکھتا رہا معاً اس پر ایک وجدانی کیفیت طاری ہوئی اور کہنے لگا، اے سلمان واللہ یہی وہ مقدس لوگ ہیں جن کی خبر اللہ تعالیٰ نے ہمارے پیغمبر موسیٰ علیہ السلام کو تورات میں دی ہے، میں صدقِ دل سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے باپ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر ایمان لاتا ہوں، یہ کہہ کر اس نے کلمۂ توحید پڑھا اور مسلمان ہوگیا۔ اس کے بعد اس نے حضرت سلمان کو جَو دیئے اور نہایت ادب و احترام کے ساتھ ردائے مبارک واپس کر دی۔ سیدہ رضی اللہ عنہا نے شمعون کو دعائے خیر دی اور جَو پیس کر کھانا تیار کر کے حضرت سلمان کو دے دیا۔ حضرت سلمان نے عرض کیا کہ اس میں سے کچھ بچوں کے لئے رکھ لیجئے، فرمایا، بس خدا کی راہ میں دینے کی نیت سے منگوایا اور پکایا ہے اب اس میں سے لینا درست نہیں۔ حضرت سلمان وہ روٹی لے دربارِ نبوی میں حاضر ہوئے اور تمام ماجرا سُنایا۔ آپ نے وہ روٹی اس نو مسلم کو عطا فرما دی اور اپنی نورِ نظر لختِ جگر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے، دیکھا کہ بھوک کی وجہ سے ان کا چہرہ زرد ہو رہا ہے اور ضعف کے آثار نمایاں ہیں،

آپ نے اپنی پیاری بیٹی کو سیدہ اپنے پاس بٹھا کر تسکین دی اور آسمان کی طرف رُخِ انور کر کے کہا، اے اللہ فاطمہ تیری باندی ہے اس سے راضی رہنا۔ (سیرت فاطمہ)

ایک مرتبہ سیدہ رضی اللہ عنہا روٹی کا ٹکڑا ہاتھ میں لئے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں، آپ نے فرمایا یہ کیا ہے؟ عرض کیا میں نے ایک روٹی پکائی تھی، جی نہیں چاہا کہ آپ کے بغیر کھالوں، فرمایا بیٹی یہ پہلا کھانا ہے جو تین دن کے بعد تیرے باپ کے موںھ میں جائے گا۔ (کیمیائے سعادت فارسی، ص209)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سیدہ کھانا پکانے کی حالت میں بھی قرآنِ پاک کی تلاوت جاری رکھتیں۔ نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم جب نماز کے لئے تشریف لاتے اور راستے میں سیدہ کے مکان پر سے گزرتے اور گھر سے چکی کے چلنے کی آواز سنتے تو نہایت درد و محبت کے ساتھ بارگاہِ رب العزت میں دعا کرتے، یا ارحم الراحمین! فاطمہ کو ریاضت و قناعت کی جزائے خیر عطا فرما اور اُسے حالتِ فقر میں ثابت قدم رہنے کی توفیق عطا فرما۔

(سیرت فاطمہ)

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے بعض مرتبہ اپنی والدہ ماجدہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو شام سے صبح تک عبادت و ریاضت اور اللہ تعالیٰ کے آگے گریہ وزاری اور نہایت عاجزی سے التجا و دعا کرتے دیکھا ہے مگر میں نے کبھی یہ نہیں دیکھا کہ دعا میں اپنے واسطے کوئی درخواست کی ہو بلکہ آپ کی تمام دعائیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اُمت کی بخشش اور بھلائی کے لئے ہوتیں۔ (مدارج النبوت ص461 ج2)۔

وہ شب بیدار وہ صرفِ رکوع و سجدۂ پیہم
وہ جن کی ذات پر نازاں حضور رحمتِ عالم

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حکم سے سیدہ فاطمہ کی خدمت میں حاضر ہوا، میں نے دیکھا کہ حسنین کریمین سو رہے تھے اور آپ ان کو پنکھا کر رہی تھیں اور زبان سے کلامِ الٰہی کی تلاوت جاری تھی۔ یہ دیکھ کر مجھ پر ایک خاص حالتِ

رقت طاری ہوئی۔

حضرت اُمِ ایمن رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رمضان شریف کا مہینا تھا، دوپہر کا وقت تھا، نہایت شدت کی گرمی پڑ رہی تھی، میں حضرت فاطمہ کے مکان پر حاضر ہوئی، دروازہ بند تھا اور چکی کے چلنے کی آواز آرہی تھی، میں نے روزنِ در سے جھانک کر دیکھا کہ سیدہ تو چکّی کے پاس زمین پر سو رہی تھیں اور چکّی خود بخود چل رہی تھی اور پاس ہی حسنین کا گھوارہ بھی خود بخود ہل رہا تھا، یہ دیکھ کر میں نہایت حیران و متعجب ہوئی اور اُسی وقت حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر یہ ماجرا بیان کیا۔ آپ نے فرمایا اس شدت کی گرمی میں فاطمہ روزے سے ہے، پروردگارِ عالم نے فاطمہ پر نیند غالب کر دی تا کہ اس کو گرمی کی شدت اور تشنگی محسوس نہ ہو اور ملائکہ کو حکم دے دیا کہ وہ فاطمہ کے کام سرانجام دیں۔

وہ خاتونِ جناں معصوم حوریں باندیاں جن کی
مَلک جنت سے آکر پیستے تھے چکّیاں جن کی

مسلمان خواتین کو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مقدس حالات سے سبق حاصل کرنا چاہئے۔ کس قدر افسوس ہے ان خواتین پر جو باوجود اس قدر راحتوں کے میسر ہونے کے پھر بھی شکوہ وشکایت کرتی ہیں اور اپنے فرائض سے غافل رہتی ہیں اور نماز تک نہیں پڑھتیں۔ اے کاش وہ سیدہ رضی اللہ عنہا کی سیرتِ مبارکہ سے سبق حاصل کرتیں اور دنیا و آخرت میں بے شمار رحمت و برکت اور اجر و ثواب کی مستحق بنتیں۔ مسلمان خواتین کو یہ جان لینا چاہئے کہ ان کی نجات، سیدہ کے اتباع اور اسلامی احکام کی پابندی کرنے ہی میں ہے۔

☆☆☆

شرم وحیا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اَلْحَیَاءُ مِنَ الْاِیْمَانِ وَالْاِیْمَانُ فِی الْجَنَّۃِ وَالْبُذَآءُ مِنَ الْجَفَآءِ وَالْجَفَاءُ فِی النَّارِ (ترمذی:2009، احمد:10512، مشکوٰۃ:5077)

حیا ایمان کا ایک جز ہے اور ایماندار جنت میں جائے گا اور بے حیائی بدی ہے اور بدکار دوزخ میں جائے گا۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اِنَّ الْحَیَاءَ وَالْاِیْمَانَ قُرَنَاءُ جَمِیْعًا فَاِذَا رُفِعَ اَحَدُھُمَا رُفِعَ الْاٰخَرُ (بیہقی، شعب الایمان: 7331، مشکوٰۃ: 5093، کنز العمال:5756، مستدرک:58)

بے شک حیا و ایمان دونوں لازم وملزوم ہیں جب ان دونوں میں سے ایک اُٹھا لیا جائے تو دوسرا خود بخود اُٹھ جاتا ہے۔

حضرت عبد اللہ ابنِ مسعود رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ بات انبیائے سابقین کے کلام میں سے ہے۔

اِذَا لَمْ تَسْتَحْیِیْ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ (بخاری شریف:3484)

کہ جب تُو نے شرم وحیا نہیں کی تو اب جو تیرا دل چاہے کر۔

نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے اوصافِ حمیدہ میں سے ایک وصف یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ آپ کنواری لڑکیوں سے بھی زیادہ شرم وحیا والے تھے۔

کنواری لڑکیوں کی شرم وحیا مشہور تھی۔ چناں چہ لوگ مثال دیا کرتے تھے کہ فلاں تو کنواری لڑکیوں کی طرح شرماتا ہے، لیکن آج کل اسکولوں اور کالجوں میں پڑھنے والی کنواری لڑکیاں اور لڑکے جو کچھ کر رہے ہیں، وہ کسی سے پوشیدہ نہیں (الّا ماشاء اللہ) نہ جانے مسلمان قوم غیرت وشرافت اور شرم وحیا کو چھوڑ کر کیوں بے غیرت اور بے حیا ہوتی جا رہی ہے؟ ؎

ہوا مسموم ہوتی جا رہی ہے　　فضا مغموم ہوتی جا رہی ہے
ستم ہے بنتِ مسلم کی نظر سے　　حیا معدوم ہوتی جا رہی ہے

حقیقت میں یہ ساری خرابی سنیما، بے پردگی اور مروج غلط تعلیم کی ہے، کتاب وسنت اور بزرگانِ دین کی مقدس زندگیوں کے حالات کے بجائے ہمارے پیشِ نظر رومانی لغو افسانے اور فلمی شوبِز طبقے کے حالات ہیں۔ اسکولوں اور کالجوں میں ڈرامے، ناچ اور گانا وغیرہ بھی سکھایا جاتا ہے۔ ان چیزوں کے اثرات کے خطرناک نتائج ہمارے سامنے آرہے ہیں۔ خدا کرے کہ مسلمان بچے اور بچیاں بے سود ناولوں اور افسانوں کی بجائے کتاب وسنت اور بزرگانِ دین کے پاکیزہ حالات زندگی کا مطالعہ کریں اور والدین کو بھی اپنی اولاد کو دینی تعلیم دلانے کا شوق ہو۔ آمین ثم آمین!

بد قسمتی سے مسلمانوں میں چند افراد ایسے بھی پیدا ہو گئے ہیں جن کا دعویٰ ہے کہ قرآن وسنت میں کہیں پردے وغیرہ کا ثبوت نہیں ہے اور نہ ہی یہ کوئی ضروری ہے کیوں کہ اس سے صحت خراب ہوجاتی ہے اور عورتیں بیماریوں کا شکار ہوجاتی ہے، پردہ ایک قسم کی قید اور حبسِ بے جا ہے، مانع تعلیم وترقی ہے وغیرہ وغیرہ۔ (العیاذ باللہ)

اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پردے کے متعلق بھی چند عقلی ونقلی دلائل ہدیۂ قارئین کر دیئے جائیں۔

بلاشبہ یہ غلط خیالات، یورپ کی طرزِ زندگی پر فریفتہ ہوجانے کا نتیجہ ہیں اور اسی کا نام دین فراموشی اور نفس پرستی ہے۔ فرنگی اقوام کی رنگ رلیاں دیکھ کر گم راہ نفس چاہتا ہے کہ اسی طرح کی رنگ رلیاں منائی جائیں اور نفسانی لطف وسرور حاصل کیا جائے، باقی تعلیم وترقی کی باتیں تو بہانے ہیں۔ ورنہ اسلامی پردہ نہ مانع ترقی وتعلیم ہے اور نہ باعث خرابی صحت، یہ ایک وہم اور غلط خیال ہے۔ ایک زمانہ وہ تھا جب کہ مسلمان تمام دنیا میں عزت وبرتری کے تنہا مالک تھے۔ ترقیات کی تمام منازل میں دنیا کی ساری اقوام سے آگے آگے تھے۔ اسلامی پردہ اس وقت بھی موجود تھا، اس زمانے کی بڑی بڑی عالم و فاضل خواتین کے

تذکروں سے کتابیں بھری پڑی ہیں۔ بلاشبہ ان کے علمی اور مجاہدانہ کارنامے لائقِ صد تحسین اور مسلمانوں کے لئے قابلِ فخر ہیں(1)۔ ان خواتینِ اسلام نے کبھی یہ نہ چاہا کہ ہمیں پردے سے آزادی ملنی چاہیئے کیوں کہ یہ مانعِ ترقی اور باعثِ خرابیٔ صحت ہے اور نہ اس وقت کے غیور اور بہادر مسلمانوں کے دل میں کبھی یہ خیال پیدا ہوا کہ پردہ مانع ترقی اور باعثِ خرابیٔ صحت ہے۔ بات دراصل یہ ہے کہ ہم مسلمانوں نے کتاب وسنت کو پڑھنا اور ان پر عمل کرنا چھوڑ دیا، اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مونھ موڑ بیٹھے تو ہم سے سربلندیاں چھین لی گئیں اور ہم پستی وتنزل کی گہرائیوں میں جا گرے۔ اگر پردے کو مانع ترقی قرار دیا جائے تو پھر قرونِ اُولیٰ کے مسلمان جو پردۂ نسواں کے سختی سے پابند تھے کیوں کر ترقی کر گئے تھے؟ حقیقتہً ہمارے تنزل کا باعث پردہ نہیں بلکہ بے پردگی اور ترک مذہب ہے۔

پردہ کیوں ضروری ہے

یہ ایک حقیقت ہے جس کا انکار نہیں کیا جا سکتا کہ موزوں اور متناسب اور حسین وجمیل اشیا کی طرف قلوب ونفوس کا میلان ایک طبعی امر ہے، یہ انسان کی فطرت میں ہے کہ جب وہ کسی چیز کو پسند کر لیتا ہے تو پھر اس کے حصول کی ہر ممکن کوشش کرتا ہے، اسی واسطے ہر دکان دار اپنی حسین وجمیل اشیا کا برسرِ بازار مظاہرہ کرتا ہے تاکہ لوگوں کی نظر ان پر پڑے اور وہ ان کی خوبیوں سے مطلع ہو کر ان کو حاصل کریں۔ وہ جانتا ہے کہ اگر ان کو چھپا کر رکھ چھوڑا اور کسی کی نظر ان پر نہ پڑی تو کسی کے دل میں ان کے حصول کا جذبہ پیدا نہیں ہوگا کیوں کہ حصول کا جذبہ تو دیکھنے کے بعد ہی پیدا ہوتا ہے۔ جب آپ اس حقیقت کو اچھی طرح جانتے ہیں تو انصاف سے بتایئے کہ اگر ایک حسین وجمیل جوان عورت اپنے حُسن وجمال، زینت و آرائش کے ساتھ بے حجاب لوگوں کے سامنے آئے گی تو جو لوگ شہواتِ نفسانی رکھتے ہیں اور وہ من جانب اللہ معصوم ومحفوظ بھی نہیں ہیں، کیا وہ متاثر نہیں ہوں گے؟ اور کیا ان کے جذبات میں ایک تحریک پیدا نہیں ہوگی؟ ہوگی اور ضرور ہوگی، پھر وہ چاہیں گے کہ کسی نہ کسی

1۔ خواتین اسلام کے موضوع پر تفصیل کے لیے میری کتاب ''مسلمان خاتون'' ملاحظہ فرمائیں۔

طرح اپنے جذبات کی آگ کو بجھائیں اور کچھ نہیں تو قصداً بار بار نظر کر کے لطف اندوز ہوں گے، اور پھر یہی لطف اندوزی ایک عادت بن جائے گی جو آگے چل کر بے حیائی کے ارتکاب اور فتنہ وفساد کا موجب بنے گی۔ خدا کی قسم ہماری عزت وآبرو کی حفاظت اسی میں ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول برحق صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مقدس ارشادات پر عمل پیرا ہو کر پردے کی پابندی کریں اور کروائیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

قُلۡ لِّلۡمُؤۡمِنِیۡنَ یَغُضُّوۡا مِنۡ اَبۡصَارِہِمۡ وَیَحۡفَظُوۡا فُرُوۡجَہُمۡ ؕ ذٰلِکَ اَزۡکٰی لَہُمۡ ؕ اِنَّ اللّٰہَ خَبِیۡرٌۢ بِمَا یَصۡنَعُوۡنَ ﴿۳۰﴾ وَ قُلۡ لِّلۡمُؤۡمِنٰتِ یَغۡضُضۡنَ مِنۡ اَبۡصَارِہِنَّ وَ یَحۡفَظۡنَ فُرُوۡجَہُنَّ وَلَا یُبۡدِیۡنَ زِیۡنَتَہُنَّ اِلَّا مَا ظَہَرَ مِنۡہَا وَلۡیَضۡرِبۡنَ بِخُمُرِہِنَّ عَلٰی جُیُوۡبِہِنَّ ۪ (النور:30-31)

میرے حبیب مسلمان مردوں کو حکم دو، اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں یہ ان کے لئے بہت ستھرا ہے، بے شک اللہ کو ان کے کاموں کی خبر ہے اور مسلمان عورتوں کو حکم دو اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں اور اپنی پارسائی کی حفاظت کریں اور اپنا بناؤ نہ دکھائیں۔ مگر جتنا خود ہی ظاہر ہے اور دوپٹے اپنے گریبانوں پر ڈالے رہیں۔

فتنہ وفساد اور بے حیائی کی ابتدا بدنظری سے ہی ہوتی ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے اسی دروازے کو بند فرمایا، مردوں اور عورتوں کو یکساں طور پر حکم دے دیا کہ وہ اپنی نگاہوں کو پست اور غیروں کی دید سے باز رکھیں اور اپنی شہوات کو اپنے قابو میں رکھیں، اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ مرد اور عورتیں ہر وقت نیچے ہی دیکھتے رہیں اور کبھی اوپر نہ دیکھیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپس میں ایک دوسرے کے حسن و جمال اور زینت وآرائش سے متاثر اور لطف اندوز ہو کر ایک دوسرے کی طرف میلان نہ کریں کہ یہ فتنہ کا موجب ہے۔ اسی واسطے وہ پہلی نظر جو اچانک بلا قصد وارادہ پڑ جاتی ہے معاف ہے بشرطیکہ اس کو

فوراً واپس پھیر لیا جائے کیوں کہ وہ ان تاثرات سے مبرّا ہوگی، ہاں وہ دوسری نظر جو قصد و ارادہ سے ڈالے، ناجائز ہوگی، کیوں کہ اس کے اندر خواہشِ نفس کا ضرور دخل ہوگا۔

(علاج معالجہ کے موقع پر طبیب کا اجنبیہ مریضہ اور اس کے جسم کے کسی حصے کو ضرورتاً دیکھنا، یا کوئی اجنبیہ جو ڈوب رہی ہو یا اس کی جان یا عزت و آبرو کسی خطرے میں ہو تو اُس کو بچاتے وقت اس کے چہرے پر، اس کے ستر وغیرہ پر نظر پڑ جائے تو یہ مستثنٰی ہے۔)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے دریافت فرمایا، کہ عورت کے لئے کون سی چیز بہتر ہے؟ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم خاموش رہے، کسی نے کوئی جواب نہ دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اسی وقت سید فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس آیا اور آکر پوچھا۔

اَیُّ شَیْءٍ خَیْرٌ لِّلنِّسَاءِ قَالَتْ لَایَرَیْنَ الرِّجَالَ وَلَا یَرَوْنَهُنَّ فَذَکَرْتُ لِلنَّبِیِّ صَلَی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ فَاطِمَةُ بَضْعَةٌ مِنِّیْ

(بزاز: 526، کنزالعمال: 46012۔ حلیۃ الاولیاء ص41 ج2)

کہ عورتوں کے لئے سب سے بہتر کیا چیز ہے؟ سیدہ نے فرمایا کہ نہ وہ مردوں کو دیکھیں اور نہ مرد اُن کو دیکھیں، فرماتے ہیں میں نے سیدہ کا جواب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان کا مطلب یہ ہے کہ وہ خوب سمجھی ہیں اور ان کا جواب بالکل درست ہے اور ایسا کیوں نہ ہوتا، آخر وہ میرا جزوِ بدن ہی ہیں۔

نگاہوں کو نیچے رکھنے کا حکم تو مرد و عورت دونوں کے لئے تھا، اس کے بعد بالخصوص عورتوں کو چہرہ چھپانے کا حکم دیا، ارشاد ہوتا ہے:

یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَ بَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰٓی اَنْ یُّعْرَفْنَ فَلَا یُؤْذَیْنَ ؕ (الاحزاب:59)

اے غیب کی خبریں بتانے والے (نبی) اپنی بیویوں اور بیٹیوں اور مومنوں کی عورتوں سے فرما دیجئے کہ وہ اپنی چادروں کا ایک حصہ اپنے موںھ پر ڈالے رہیں۔

یہ اس سے نزدیک تر ہے کہ ان کی پہچان
ہوتو ستائی نہ جائیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہدِ مبارک میں شہر کے اندر اکثر مکانوں میں بیت الخلا وغیرہ نہیں ہوتا تھا، اس لئے شرفا کی عورتوں کو بھی لونڈیوں کی طرح قضائے حاجت کے لئے بستی سے باہر جانا پڑتا تھا، بدکردار لوگ اُن کا پیچھا کرتے اور اُن سے ہنسی مذاق کیا کرتے۔ جب ان سے کہا جاتا کہ تم شرفا زادیوں کے ساتھ ایسا کیوں کرتے ہو؟ وہ کہتے یہ تو لونڈیاں ہیں، شرفا زادیاں تو نہیں ہیں، ورنہ ہماری کیا مجال ہے۔ اس پر یہ آیت اُتری کہ اے محبوب اپنی بیویوں، بیٹیوں اور مومنوں کی عورتوں سے فرما دو کہ وہ چادروں یا برقعوں سے اپنے سروں اور چہروں کو چھپا کر نکلیں، تاکہ لباس سے ان کے اور لونڈیوں کے درمیان امتیاز ہو جائے اور لوگ پہچان لیں کہ یہ شرفا زادیاں ہیں، لونڈیاں نہیں، پھر بدکار لوگ ان کا پیچھا وغیرہ نہیں کیا کریں گے اور اس طرح وہ بدکاروں کی اذیت سے محفوظ رہیں گی۔

جسم انسانی میں چوں کہ سب سے زیادہ خوب صورت اور اعلیٰ مقام چہرہ ہوتا ہے اور چہرہ دیکھ کر ہی قلبی میلان ہوتا ہے اس لئے چہرے کو چھپانے کا حکم دیا گیا تاکہ نہ کسی کی نظر پڑے اور نہ قلبی میلان ہو۔

گھروں میں عام طور پر عورتیں بے تکلفی سے رہتی ہیں کیوں کہ گھر میں کوئی غیر محرم نہیں ہوتا اس لئے اجنبی لوگوں کو حکم دیا گیا کہ وہ کسی دوسرے کے گھر بغیر اجازت نہ جائیں، فرمایا:

يَآاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَهْلِهَا ؕ (نور:27)	اے ایمان والو، اپنے گھروں کے سوا اور گھروں میں نہ جاؤ جب تک اجازت نہ لے لو اور ان کے ساکنوں پر سلام نہ کر لو۔

اور اگر کوئی ایسا موقع پیش آجائے کہ غیر محرم عورت سے کچھ پوچھنا ہو یا کچھ لینا ہو تو فرمایا:

وَ اِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ؕ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ	اور جب تم ان (عورتوں) سے برتنے کی کوئی چیز مانگو تو پردے کے باہر سے مانگو

وَقُلُوْبِهِنَّ ؕ (احزاب:53) اس میں زیادہ ستھرائی ہے تمہارے دلوں اور ان کے دلوں کی۔

کیوں کہ اس طرح تمہاری نظر ان کے چہرے اور حسن و جمال اور زینت و آرائش پر نہیں پڑے گی اور اُن کی نظر تم پر نہیں پڑے گی اور مفاسد کے دروازے نہیں کھلیں گے اور قلوب، ناپاک جذبات سے پاک رہیں گے۔

چناں چہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے آپ کے کسی بچے کو مانگا تو آپ نے پردے کے پیچھے سے ہاتھ بڑھا کر دیا۔(فتح القدیر، صفحہ 25، جلد 10)

حالاں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خادم خاص تھے اور عزیزوں کی طرح آپ کے پاس رہتے تھے، پھر بھی سیدہ نے ان سے پردہ فرمایا اور سامنے نہ ہوئیں، اللہ تعالیٰ کے ارشاد مِنْ وَّرَاءِ حِجَابٍ اور سیدہ کے مبارک اور پاکیزہ عمل سے معلوم ہوا کہ رُو برو ہونا فتنہ کا موجب ہوسکتا ہے۔

یہ بھی معلوم ہوا کہ بوقتِ ضرورت اجنبی مرد، عورتوں سے کوئی چیز وغیرہ لے سکتے اور گفتگو بھی کر سکتے ہیں اور عورتوں کو بوقتِ ضرورت ان سے گفتگو کرنے کی اجازت ہے، مگر اس میں یہ شرط ہے فرمایا:

فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ (الاحزاب:59) تو بات میں ایسی نرمی نہ کرو کہ دل کا روگی کچھ لالچ کرے۔

چوں کہ عورت کی آواز میں قدرتی طور پر ایک نرمی اور نزاکت وحلاوت ہوتی ہے جو اثر کئے بغیر نہیں رہتی اس لئے اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو حکم دے دیا کہ غیر مردوں سے جب گفتگو کرو تو نرم و نازک اور شیریں لہجہ اختیار نہ کرو بلکہ اپنی آواز میں قدرے سختی اور رُوکھا پن پیدا کرو تاکہ کوئی بد باطن غلط فہمی کا شکار ہو کر تم سے کوئی غلط اُمید نہ وابستہ کرلے، اہلِ انصاف سے توقع ہے کہ وہ ان چند سطور کو پڑھ کر پردے کی اہمیت کو سمجھیں گے اور جان لیں گے کہ ہماری عزت وآبرو کا تحفظ اسلامی پردے ہی میں ہے۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے اندر یہ وصفِ جمیل خاص طور پر تھا کہ آپ پردے کی سخت پابند اور شرم وحیا کا مجسمہ تھیں، آپ کا ارشاد ہے کہ عورتوں کے لئے سب سے بہتر بات یہ ہے کہ نہ وہ کسی غیر محرم کو دیکھیں اور نہ کوئی غیر محرم اُن کو دیکھے۔ (کما مرّ)

آپ فرمایا کرتی تھیں کہ عورتیں بغیر کسی اشد ضرورت کے دوسری عورتوں کو ننگے بدن نہ دیکھا کریں، اگر کوئی عورت کسی دوسری عورت کو ننگے بدن دیکھ لے تو اس کے بدن کی ساخت اور اس کے متناسب اعضا کی تعریف اپنے شوہر کے سامنے نہ کرے۔ (سیرت فاطمہ)

آپ کی شرم وحیا کا لحاظ اور پاس، خداوند ستار کو بھی ہے، چناں چہ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ نَادٰى مُنَادٍ مِّنْ وَرَآءِ الْحِجَابِ يَا اَهْلَ الْجَمْعِ غُضُّوا اَبْصَارَكُمْ حَتّٰى تَمُرَّ فَاطِمَةُ بِنْتِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَمُرُّ مَعَهَا سَبْعُوْنَ اَلْفَ جَارِيَةٍ مِنْ حُوْرِ الْعِيْنِ كَالْبَرْقِ اللَّامِعِ
(مستدرک حاکم: 4728، 4757، طبرانی کبیر: 999، اسد الغابہ، صفحہ 225، جلد 6، کنز العمال: 34219، 34210)

قیامت کے دن ایک ندا کرنے والا پردے میں سے ندا کرے گا کہ اے حشر کے میدان میں جمع ہونے والو اپنی نگاہیں جھکا لو یہاں تک کہ فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گزر جائیں چناں چہ آپ ستر ہزار باندیوں کے ساتھ جو حوریں ہوں گی بجلی کی طرح گزر جائیں گی۔

اللہ تعالیٰ مسلمان خواتین کو سیدہ رضی اللہ عنہا کے نقشِ قدم پر چلنے اور پردے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

اگر پندے ز درویشے پزیری　　ہزار امت بمیرد تو نمیری
بتولے باش و پنہاں شوازیں عصر　　کہ در آغوش شبیرے بگیری
(اقبالؔ)

صبر ورضا

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

(1) وَاصۡبِرۡ وَمَا صَبۡرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ (النحل:127)
اور اے محبوب! تم صبر کرو اور تمہارا صبر اللہ ہی کی توفیق سے ہے۔

(2) فَاصۡبِرۡ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الۡعَزۡمِ مِنَ الرُّسُلِ (احقاف:35)
توتم صبر کرو جیسا ہمت والے رسولوں نے صبر کیا۔

(3) فَاصۡبِرۡ صَبۡرًا جَمِيۡلًا ۝۵ (المعارج)
توتم اچھی طرح صبر کرو۔

(4) وَاصۡبِرۡ عَلٰى مَا يَقُوۡلُوۡنَ وَاهۡجُرۡهُمۡ هَجۡرًا جَمِيۡلًا ۝۱۰ (المزمل)
اور کافروں کی باتوں پر صبر فرماؤ اور انہیں اچھی طرح چھوڑ دو۔

(5) وَلَئِنۡ صَبَرۡتُمۡ لَهُوَ خَيۡرٌ لِّلصّٰبِرِيۡنَ ۝۱۲۶ (النحل:126)
اور اگر تم صبر کرو تو بے شک صبر والوں کو صبر سب سے اچھا ہے۔

صبر کا اجر دنیا میں

(6) اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيۡنَ ۝۱۵۳ (البقرہ)
بے شک اللہ صبر کرنیوالوں کے ساتھ ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ صابروں کو دنیا میں اللہ کی خاص معیت حاصل ہوتی ہے۔

(7) وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيۡنَ ۝۱۵۵ الَّذِيۡنَ اِذَاۤ اَصَابَتۡهُمۡ مُّصِيۡبَةٌ ۙ قَالُوۡۤا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّاۤ اِلَيۡهِ رٰجِعُوۡنَ ۝۱۵۶ اُولٰٓئِكَ عَلَيۡهِمۡ صَلَوٰتٌ مِّنۡ رَّبِّهِمۡ وَرَحۡمَةٌ ۟ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الۡمُهۡتَدُوۡنَ ۝۱۵۷ (البقرہ)
اور (اے محبوب!) خوش خبری سنا دو ان صبر والوں کو کہ جب ان پر کوئی مصیبت پڑے تو کہیں ہم اللہ کے مال ہیں اور ہم کو اسی کی طرف پھرنا ہے اور یہ لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی درودیں ہیں اور

رحمت اور یہی لوگ راہ پر ہیں۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جولوگ بوقتِ مصیبت صبر وتحمل سے کام لیتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہمارا جینا مرنا اللہ ہی کے لئے ہے، ان پر اللہ تعالیٰ کی صلوٰۃ اور رحمتوں کی بارش ہوتی ہے۔

(8) وَ جَعَلْنَا مِنْهُمْ اَىِٕمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا (السجدہ:24) — اور ہم نے ان میں سے کچھ امام بنائے کہ ہمارے حکم سے بتاتے جب کہ انہوں نے صبر کیا۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے صابروں کو صبر کے بدلے ائمہ ہدایت بنایا۔

(9) وَ اَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِيْنَ كَانُوْا يُسْتَضْعَفُوْنَ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا ؕ وَ تَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنٰى عَلٰى بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ ۙ۬ بِمَا صَبَرُوْا ؕ (اعراف:137) — اور ہم نے اس قوم کو جو دبالی گئی تھی اس زمین کے پورب اور پچھم کا وارث کردیا جس میں ہم نے برکت رکھی اور تیرے رب کا اچھا وعدہ بنی اسرائیل پر پورا ہوا بدلہ ان کے صبر کا۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ قوم بنی اسرائیل، جس کو فرعون نے انتہائی ظلم وستم کر کے کمزور کردیا تھا، یہ صرف اس کے صبر واستقلال کا بدلہ تھا کہ وہ ملک مصر کی سلطنت وحکومت کی وارث بن گئی۔

(10) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے حُسنِ اخلاق، دعوۃ الی الحق، صالح کردار، برائی کی مدافعت اور نیکی وخوبی یہ حسین ترین صفات وَمَا يُلَقّٰهَاۤ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا ۚ (فصلت:35) نہیں ملتیں مگر ان کو جنھوں نے صبر کیا۔

صبر کا اجر آخرت میں

(11) اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ؕ اُولٰٓىِٕكَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ اَجْرٌ كَبِيْرٌ ﴿۱۱﴾ (ہود) — مگر جنھوں نے صبر کیا اور اچھے کام کئے اُن کے لئے بخشش اور بڑا اجر ہے۔

(12) اُولٰٓئِکَ یُجۡزَوۡنَ الۡغُرۡفَۃَ بِمَا صَبَرُوۡا وَ یُلَقَّوۡنَ فِیۡہَا تَحِیَّۃً وَّ سَلٰمًا ﴿۷۵﴾ (الفرقان)	ان کو جنت سے اونچا بالا خانہ انعام ملے گا بدلہ ان کے صبر کا اور وہاں مجرے (دعا و آداب) اور سلام کے ساتھ ان کی پیشوائی ہوگی۔
(13) اُولٰٓئِکَ یُؤۡتَوۡنَ اَجۡرَہُمۡ مَّرَّتَیۡنِ بِمَا صَبَرُوۡا (القصص:54)	ان کو ان کا اجر دوبالا دیا جائے گا بدلہ ان کے صبر کا۔
(14) اِنَّمَا یُوَفَّی الصّٰبِرُوۡنَ اَجۡرَہُمۡ بِغَیۡرِ حِسَابٍ ﴿۱۰﴾ (الزمر)	صابروں ہی کو ان کا ثواب بھرپور دیا جائے گا بے گنتی۔
(15) وَ الَّذِیۡنَ صَبَرُوا ابۡتِغَآءَ وَجۡہِ رَبِّہِمۡ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَ اَنۡفَقُوۡا مِمَّا رَزَقۡنٰہُمۡ سِرًّا وَّ عَلَانِیَۃً وَّ یَدۡرَءُوۡنَ بِالۡحَسَنَۃِ السَّیِّئَۃَ اُولٰٓئِکَ لَہُمۡ عُقۡبَی الدَّارِ ﴿ۙ۲۲﴾ جَنّٰتُ عَدۡنٍ یَّدۡخُلُوۡنَہَا وَ مَنۡ صَلَحَ مِنۡ اٰبَآئِہِمۡ وَ اَزۡوَاجِہِمۡ وَ ذُرِّیّٰتِہِمۡ وَ الۡمَلٰٓئِکَۃُ یَدۡخُلُوۡنَ عَلَیۡہِمۡ مِّنۡ کُلِّ بَابٍ ﴿ۚ۲۳﴾ سَلٰمٌ عَلَیۡکُمۡ بِمَا صَبَرۡتُمۡ فَنِعۡمَ عُقۡبَی الدَّارِ ﴿ؕ۲۴﴾ (الرعد)	اور وہ جنہوں نے صبر کیا اپنے رب کی رضا چاہنے کو اور نماز قائم رکھی اور ہمارے دیئے ہوئے (رزق میں) سے ہماری راہ میں کچھ خرچ کیا چھپے اور ظاہر، اور برائی کے بدلے بھلائی کر کے ٹالتے ہیں انہیں کے لیے پچھلے گھر کا نفع ہے۔ بسنے کے باغ جن میں وہ داخل ہوں گے اور جو لائق ہوں ان کے باپ دادا اور بیویوں اور اولاد میں اور فرشتے ہر دروازے سے ان پر یہ کہتے ہوئے آئیں گے کہ سلامتی ہو تم پر تمہارے صبر کا بدلہ تمہیں پچھلا گھر کیا ہی خوب ملا۔

صابرین کی تعریف

اللہ تعالیٰ قرآنِ پاک میں اپنے صابر بندوں کی تعریف فرماتا ہے:

(16) وَ اِسْمٰعِیْلَ وَ اِدْرِیْسَ وَ ذَا الْكِفْلِ ؕ كُلٌّ مِّنَ الصّٰبِرِیْنَ ﴿۸۵﴾ (انبیا)

اور اسمٰعیل اور ادریس اور ذوالکفل کو یاد کرو وہ سب صبر والے تھے۔ (علیہم السلام)

(17) اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا ؕ نِعْمَ الْعَبْدُ ؕ (ص:44)

بے شک ہم نے اسے (ایوب علیہ السلام) کو صابر پایا کیا ہی اچھا بندہ ہے۔

(18) قَالَ یٰبُنَیَّ اِنِّیْۤ اَرٰى فِی الْمَنَامِ اَنِّیْۤ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَا ذَا تَرٰى ؕ قَالَ یٰۤاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ٞ سَتَجِدُنِیْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ ﴿۱۰۲﴾ (الصافات)

فرمایا (ابراہیم علیہ السلام نے) اے میرے بیٹے میں نے خواب دیکھا، میں تجھ کو ذبح کرتا ہوں اب تو دیکھ تیری کیا رائے ہے۔ کہا اے میرے ابا جان کیجئے جس بات کا آپ کو حکم ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے چاہا تو قریب ہے آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔

(19) ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ تَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَ تَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ ﴿۱۷﴾ اُولٰٓىِٕكَ اَصْحٰبُ الْمَیْمَنَةِ ﴿۱۸﴾ (البلد)

ان سے جو ایمان لائے اور انہوں نے آپس میں صبر اور مہربانی کی وصیتیں کیں یہ داہنی طرف والے لوگ ہیں (بڑے نصیب والے)

(20) وَ الْعَصْرِ ﴿۱﴾ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ﴿۲﴾ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ تَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ۬ وَ تَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ﴿۳﴾ (العصر)

قسم ہے زمانہ محبوب کی بے شک انسان گھاٹے میں ہے مگر جو ایمان لائے اور اچھے عمل کئے اور آپس میں ایک دوسرے کو حق کی تاکید کی اور ایک دوسرے کو

صبر کی وصیت کی۔

(21) وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴿۴۳﴾ (الشوریٰ)

اور بے شک جس نے صبر کیا اور بخش دیا تو یہ ضرور ہمت کے کام ہیں۔

صبر کی تعریف

(22) قَالَ الْخَواصُ الصَّبْرُ الثَّبَاتُ مَعَ اللهِ تَعَالٰی عَلٰی اَحْکَامِ الْکِتَابِ وَالسُّنَّةِ فَقِیْلَ مِنَ الرِّجَالِ؟ قَالَتْ زَوْجُهَا

(غنیۃ الطالبین، صفحہ 328، جلد 2)

خواص نے فرمایا کہ صبر کتاب وسنت کے احکام پر اللہ تعالیٰ کے ساتھ ثابت قدم رہنے کا نام ہے۔

(23) وَسُئِلَ جُنَیْدٌ عَنِ الصَّبْرِ فَقَالَ تَجَرُّعُ الْمَرَارَةِ مِنْ غَیْرِ تَعْبِیْسٍ

(غنیۃ الطالبین، صفحہ 328، جلد 2)

اور حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے صبر کے متعلق پوچھا تو فرمایا خلاف طبع کڑوی چیز کو پی جانا صبر ہے۔

(24) وَقِیْلَ الصَّبْرُ الْوُقُوْفُ مَعَ الْبَلَاءِ بِحُسْنِ الْاَدَبِ

(غنیۃ الطالبین، صفحہ 328، جلد 2)

اور کہا گیا کہ صبر مصیبت کو بحسن ادب برداشت کرنے کا نام ہے۔

(25) وَقِیْلَ تَرْكُ الشِّكْوٰی

(غنیۃ الطالبین، صفحہ 328، جلد 2)

اور کہا گیا ہے کہ شکایت نہ کرنے کا نام صبر ہے۔

خاتونِ جنت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا صبر وشکر، زہد وتقویٰ، حلم وحیا اور صبر ورضا کا پیکر تھیں، نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کا جزو بدن اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ خاص نسبت ومحبت ہونے کی وجہ سے یہ چیزیں آپ کا جسمانی وروحانی ورثہ تھیں۔ چناں چہ آپ نے نہایت تنگی وتکلیف میں صبر واستقلال سے وقت گزارا اور ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتی رہیں۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ ابھی بچے ہی تھے کہ آپ کی ہونے والی شہادت کا شہرہ ہو چکا تھا اور یہ بھی سب کو معلوم ہو گیا تھا کہ آپ کا مشہد کربلا ہے جیسا کہ متعدد احادیث سے ثابت ہے کہ حضور

صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے آپ کی شہادت کی خبریں دے دی تھیں کہ میرا یہ بیٹا حسین سرزمین عراق پر جس کو کربلا کہیں گے میری امت کے ہاتھوں شہید ہوگا۔ چناں چہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔

مَاکُنَّا نَشُكُّ وَاَهلُ الْبَيْتِ مُتَوَافِرُوْنَ اَنَّ الْحُسَيْنَ بن عَلِيّ يُقْتَلُ بِالطَّفِّ
(المستدرک حاکم:4862)

کہ ہمیں کوئی شک باقی نہ رہا تھا اور اہلِ بیت بالاتفاق جانتے تھے کہ حسین بن علی طف یعنی کربلا میں شہید ہوں گے۔

باوجود اس کے سیدہ نے کبھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے عرض نہ کی کہ ابا جان! آپ اللہ کے پیارے رسول ہیں اور آپ کی رحمت سے تمام عالم فیض یاب ہے اور آپ کی دُعا مستجاب ہے میرے اس لاڈلے حسین کے لئے دعا فرما دیجئے کہ اس جاں کاہ حادثے سے محفوظ رہ کر امن وسلامتی میں رہے اور اس کے دشمن تباہ وبرباد ہوجائیں اور نہ ہی خود کبھی دعا کی بلکہ نہایت استقلال سے صبر ورضا کا دامن تھامے رہیں اور کوئی ایسا لفظ تک زبان سے نہ نکالا جس سے صبر ورضا کے خلاف بو آتی (1)۔ اندازہ کیجئے سیدہ جب اس وقت کا تصور کرتی ہوں گی تو ان کے دل پر کیا گزرتی ہوگی، مگر اللہ کی رضا پر راضی رہ کر اپنے اس آنکھوں کے نور کو زمینِ کربلا پر خون بہانے اور راہِ خدا میں گلا کٹانے کے لئے سینے سے لگا کر پالا اور جوان کیا، نیز تنگی وتکلیف میں صبر وتحمل کے ساتھ زندگی کے ایام گزارے اور کبھی شکوہ و شکایت وغیرہ نہ کی۔

وفات شریف

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بیمار ہوئے تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا تشریف لائیں، آپ نے ان کو دیکھا تو فرمایا، مرحبا میری بیٹی! اور پیار ومحبت سے اپنے پاس بٹھا کر آہستہ آہستہ اُن سے کچھ باتیں کیں۔ جن سے سیدہ زار زار رونے لگیں۔ جب آپ نے اُن کے حزن وملال کو دیکھا تو پھر آہستہ آہستہ ان سے کچھ باتیں کیں جن سے

1۔ تفصیل کے لیے حقائق اور واقعات پر مشتمل میری کتاب ''شام کربلا'' ملاحظہ فرمائیں۔

وہ مسکرائیں۔ فرماتی ہیں، میں نے سیدہ سے پوچھا کہ نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے تم سے کیا گفتگو فرمائی ہے جس سے پہلے تم روئیں اور پھر مسکرائیں سیدہ نے فرمایا میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے راز کو افشا کرنا پسند نہیں کرتی۔ جب نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی وفات شریف ہو گئی تو میں نے سیدہ سے کہا کہ میں تمہیں قسم دیتی ہوں اور اس حق کا واسطہ دیتی ہوں جو میرا تم پر ہے، مجھے ضرور اس راز سے آگاہ کرو جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تم پر ظاہر فرمایا تھا۔ سیدہ نے فرمایا اب اس راز کو ظاہر کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ بات یہ ہے کہ مجھے پہلی مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اے فاطمہ میری وفات کا وقت آ گیا ہے اور میں تجھ سے جدا ہونے والا ہوں، پس تُو اللہ سے ڈرتی اور صبر کرتی رہ! یہ سن کر میں رونے لگی تھی اور جب آپ نے مجھ کو زیادہ غمگین دیکھا تو دوسری مرتبہ مجھ سے فرمایا تھا۔

لَا تَرْضَیْنَ اَنْ تَکُوْنِیْ سَیِّدَۃُ نِسَآءِ اَھْلِ الْجَنَّۃِ اَوْنَسَآءِ الْعَالَمِیْنَ وَفِیْ رَوَایَۃِ اَنِّیْ اَوَّلُ اَھْلِ بَیْتِہٖ اَتْبعُہ فَضَحِکْتُ
(مشکوٰۃ: 6138، المستدرک: 7715، ترمذی: 3872، مسلم: 97-2450، کنز العمال: 37735)

کیا تو اس پر راضی نہیں ہے کہ تو سارے جہاں اور جنت کی عورتوں کی سردار بنے؟ نیز فرمایا کہ میرے اہلِ بیت میں سب سے پہلے مجھ سے تُو ہی ملے گی یہ سن کر میں خوش ہو گئی اور ہنسنے لگی۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات شریف سے اگرچہ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم اور اہلِ بیت کو بہت صدمہ ہوا تھا مگر جس قدر صدمہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو پہنچا وہ بیان سے باہر ہے۔ آپ رضی اللہ عنہا بہت رویا کرتی تھیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوئی تو:

کَانَتْ تَقُوْلُ وَا اَبَتَاہُ مِنْ رَبِّہٖ مَا اَدْنَاہُ وَا اَبَتَاہُ جِنَانَ الْخُلْدِ مَاْوَاہُ وَا اَبَتَاہُ رَبَّہٗ یُکْرِمُہٗ اِذَا اَتَاہُ وَاَبَتَاہُ الرَّبُّ وَرُسُلُہٗ یُسَلِّمُ عَلَیْہِ حِیْنَ یَلْقَاہُ
(المستدرک للحاکم: 4768)

فاطمہ یوں کہتی تھیں آہ میرے ابا جان! اپنے رب کو پیارے ہو گئے ہائے میرے ابا جان! اب خلد کے باغات میں اُن کا ٹھکانا ہو گیا اُن کا رب انکا اکرام کرے گا جب آپ اس کے پاس پہنچیں گے رب

تعالیٰ اور اس کے رسل ان پر سلام کہیں گے جب آپ ان سے ملیں گے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دفن کر دیا گیا تو سیدہ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے کہا کہ تمہارے ہاتھوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر مٹی ڈالنا کیسے گوارا کرلیا تمام صحابہ رضی اللہ عنہم رونے لگے اور فرمایا، تقدیرِ الٰہی کے آگے کوئی چارہ نہیں۔

ثُمَّ جَآءَتْ فَاطِمَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا فَاَخَذَتْ قَبْضَةً مِنْ تُرَابِ الْقَبْرِ فَوَضَعَتْهُ عَلٰی عَیْنِهَا وَبَکَتْ وَاَنْشَدَتْ

پھر فاطمہ رضی اللہ عنہا قبر شریف پر آئیں اور قبر اقدس کی خاک پاک ایک مٹھی اپنی آنکھوں پر رکھی اور بہت روئیں اور یہ شعر پڑھا:

مَاذَا عَلٰی مَنْ شَمَّ تُرْبَةَ اَحْمَدَ
اَنْ لَا یُشَمَّ مَدَّ الزَّمَانِ غَوَالِیَا
صُبَّتْ عَلَیَّ مَصَآئِبٌ لَوْ اَنَّهَا
صُبَّتْ عَلَی الْاَیَّامِ صِرْنَ لَیَا لِیَا

(زرقانی علی المواہب صفحہ 293، جلد 8، مدارج النبوت، صفحہ 442، جلد 2)

جس کو احمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے مزار کی خوشبو دار مٹی ملے اس کو زمانہ بھر کی خوشبوئیں پسند نہ آئیں گی آپ کی وفات سے جو سخت مصیبتیں مجھ پر آئی ہیں اگر وہ دِنوں پر آجائیں تو وہ راتیں ہوجاتے۔

جب دوسری مرتبہ زیارت کو تشریف لائیں تو فرمایا ؎

اِذَا اشْتَدَّ شَوْقِیْ زُرْتُ قَبْرَكَ بَاكِیًا   اَنُوحُ وَاشْكُو ما اَراكَ مجَابِیَا

جس وقت شوقِ ملاقات شدت کی صورت اختیار کر جاتا ہے تو روتے ہوئے آپ کی قبر کی زیارت کرنے آجاتی ہوں اور شکوہ کرتی ہوں، جب دیکھتی ہوں کہ آپ جواب نہیں دیتے۔

اَیَا سَاكِنَ الْبَطْحٰی اَعلمتنی البکاء   وَذِكْرُكَ اَنْسَانِیْ جَمِیْعَ الْمَصَائِبَا

اے قبرِ انور میں آرام فرمانے والے میری گریہ وزاری دیکھئے، ان تمام مصائب میں آپ کی یاد ہی میرا سکونِ قلب ہے۔

فَاِنْ كُنْتَ عَنِّیْ فِی التُّرَابِ مَغِیْبًا   فَمَا كُنْتَ عَنْ قَلْبِیْ الْحَزِیْنِ بِغَآئِبَا

اگر چہ آپ بظاہر خاکِ قبر میں مجھ سے غائب ہیں مگر میرے قلبِ حزیں سے غائب نہیں ہیں۔
یہ اشعار بھی آپ ہی نے فرمائے ہیں ؎

نَفۡسِیۡ عَلٰی زَفۡرَاتِھَا مَحۡبُوۡسَۃٌ یَالَیۡتَھَا خَرَجَتۡ مَعَ الزَّفۡرَاتِ

میری جان دردوغم اور رنج والم میں گھر گئی ہے اے کاش یہ جان دردوغم کے ساتھ نکل جاتی۔

لَا خَیۡرَ بَعۡدَکَ فِی الۡحَیٰوۃِ وَاِنَّمَا اَبۡکِی مَخَافَۃَ اَنۡ تَطُوۡلَ حَیَاتِیۡ

آپ کے بعد جینے میں کوئی بہتری نہیں ہے اور میں نہیں روتی مگر اس خوف سے کہ کہیں میری حیات لمبی نہ ہو جائے (مدارج النبوہ صفحہ 444، جلد 2)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات اور جدائی کے صدمہ میں آپ اس قدر غمگین تھیں کہ آپ کے رنج وغم اور گریہ وزاری سے دوسرے لوگ بھی متاثر تھے چناں چہ ہندہ بنتِ اثاثہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات پر جو مرثیہ لکھا اس میں یہ اشعار بھی ہیں ؎

اَشَابَ ذُوَابَتِی وَأَذَلَّ رُکۡنِیۡ بُکَاؤُكِ فاطِمُ الۡمَیۡتَ الۡفَقِیۡدَا

اے فاطمہ اس وفات پانے والے کے صدمے میں تیرے گریہ نے میرے بال سفید کر دیئے اور مجھ کو ضعیف کر دیا ہے۔

افَاطِمُ فَاَصۡبِرِیۡ فَلَقَدۡ اَصابَتۡ رَزِیۡئَتُكِ التَّھَائِمَ وَالنَّجُوۡدَا

اے فاطمہ صبر کر بے شک تیری مصیبت نے تہامہ ونجد کے لوگوں کو غمزدہ کر رکھا ہے

وَاھۡلُ الۡبَرِّ وَالۡاَبۡحَارِ طُرًّا فَلَمۡ تُخۡطِئۡ مُصِیۡبَتُہٗ وَحِیۡدا

اور خشکی وتری والے سب اس میں شریک ہیں، اس مصیبت نے کسی کو تنہا نہیں چھوڑا۔

(طبقات ابنِ سعد، صفحہ 331، جلد 2)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اونٹنی نے آپ کی وفات کے صدمے میں کھانا پینا چھوڑ دیا تھا (مدارج النبوۃ ص 444 ج 2) چناں چہ امام نسفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک رات سیدہ کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اونٹنی ''عصبا'' ملی۔

فَقَالَتۡ السَّلَامُ عَلَیۡكَ یَا بِنۡتَ رَسُوۡلِ تو اس نے کہا کہ اے رسول اللہ کی بیٹی

اللّٰهِ اِلَيْكَ حَاجَةٌ اِلٰى اَبِيْكَ فَاِنِّىْ ذَاهِبَةٌ اِلَيْه فَبَكَتْ فَاطِمَة وَجَعَلَتْ رَاسَهَا فِىْ حِجرِهَا حَتّٰى مَاتَتْ فِى تِلْكَ السَّاعَةِ فَكَفَنْتُهَا فِىْ عِبَائَةٍ وَدَفَنْتُهَا ثُمَّ كَشِفُوْا عَنْهَا بعْدَ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ فَلَمْ يَجِدُوْالَهَا اَثَرً۔

(نزہۃ المجالس، صفحہ 176، جلد 2)

تجھ پر سلام ہو کیا آپ اپنے باپ کو کوئی پیغام دینا چاہتی ہیں کیوں کہ میں ان کے پاس جا رہی ہوں تو سیدہ یہ سن کر رونے لگیں اور اونٹنی نے اپنا سر سیدہ رضی اللہ عنہا کی گود میں رکھا اور اسی وقت مرگئی تو اس کو کفن دے کر دفن کر دیا گیا۔ تین روز کے بعد قبر کھود کر دیکھا تو وہ قبر میں بالکل نہیں تھی۔

حضرت ابو جعفر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

مَارَاَيْتُ فَاطِمَةَ ضَاحِكَةً بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم اِلَّا يَوْمًا اَفْتَرَتْ بِطَرَفِ نَابِهَا قَالَ وَمَكَثَتْ بَعْدَهٗ سِتَّةَ اَشْهُرٍ۔

(حلیۃ الاولیاء، صفحہ 43، جلد 2)

میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (کی وفات) کے بعد کبھی فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ہنستے ہوئے نہیں دیکھا سوائے اس دن کے جس دن آپ کی بیماری کا ضعف انتہا کو پہنچ گیا تھا اور سیدہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد صرف چھ ماہ زندہ رہیں۔

اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ:

تُوُفِّيَتْ فَاطِمَةُ بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِسِتَّةِ اَشْهُرٍ وَدَفَنَهَا عَلِیٌّ لَيْلًا

(حلیۃ الاولیاء، صفحہ 3 4، جلد 2، مستدرک: 4762، طبرانی کبیر: 989)

کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چھ ماہ بعد وفات پائی اور علی رضی اللہ عنہ نے ان کو رات کے وقت دفن کیا۔

الغرض آپ نے چھ ماہ اپنے والدِ ماجد کی جدائی میں رو رو کر بڑی مشکل سے گزارے

انتقال کے روز آپ نے مبالغہ سے غسل فرمایا اور پاکیزہ کپڑے پہن کر نماز ادا فرمائی اور بعد ازاں اپنا داہنا ہاتھ رخسار کے نیچے رکھ کر قبلہ رُو لیٹ گئیں اور فرمایا کہ میں اپنی جان اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتی ہوں، چناں چہ 3 رمضان المبارک 11 ھ شب سہ شنبہ کو ہجر و فراق اور درد و غم کی کٹھن منزلوں سے گزر کر، یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا جگر گوشہ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے جا ملا۔ وفات کے وقت آپ کی عمر بہ اختلاف روایات تقریباً بائیس سال تھی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ (صَلٰوۃُ اللہِ تَعَالٰی وَ سَلَامُہٗ عَلٰی اَبِیْھَا وَعَلَیْھَا)

آپ کی وفات پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے یہ اشعار کہے ؎

لِکُلِّ اِجْتِمَاعٍ مِنْ خَلِیْلَیْنِ فُرْقَۃٌ   وَکُلُّ الَّذِی دُوْنَ الْفِرَاقِ قَلِیْلُ

جہاں کہیں بھی دو دوست ہیں آخر ان میں جدائی ہوگی اور تمام مصیبتیں جدائی کی مصیبت اور فراق کے صدمے سے کم ہیں۔

وَاِنَّ افْتِقَادِیْ وَاحِدًا بَعْدَ وَاحِدٍ   دَلِیْلٌ عَلٰی اَنْ لَّا یَدُوْمَ خَلِیْلُ

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد فاطمہ کا مجھ سے جدا ہونا اس امر کی دلیل ہے کہ کوئی پیارا دوست ہمیشہ ساتھ نہیں رہ سکتا۔ (المستدرک حاکم: 4768)

آپ کی وفات شریف سے حسنین کریمین، حضرت زینب و حضرت اُمِ کلثوم رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بے حد صدمہ ہوا۔ شیرِ خدا مولائے مشکل کشا حیدر کرار حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ جن کی شجاعت و بہادری عرب و عجم میں ضرب المثل ہوگئی تھی جن کو بڑی سے بڑی تکلیف بھی افسردہ دل شکستہ نہیں بنا سکتی تھی اس نا قابلِ برداشت صدمے سے ان کا جگر بھی پارہ پارہ ہوگیا۔

تجہیز و تکفین

حضرت اُمِ جعفر رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا نے حضرت اسماء بنتِ عمیس (زوجہ حضرت ابوبکر صدیق) رضی اللہ عنہ سے فرمایا اے اسماء آج کل جس طرح عورتوں کا جنازہ لے کر جاتے ہیں، مجھے یہ اچھا معلوم نہیں ہوتا کہ نعش کے اوپر صرف ایک چادر ڈال دیتے ہیں جس سے پوری طرح پردہ نہیں ہوتا بلکہ جسامت وغیرہ نظر آتی رہتی ہے، حضرت

اسماء نے فرمایا:

يَا بِنْتَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آلَا اُرِيْكِ شَيْئًا رَأَيْتُهٗ بِالْحَبْشَةِ فَدَعَتْ بِجَرَآئِدِ رَطْبَة فحنتها ثُمَّ طَرَحَتْ عَلَيْهَا ثَوْبًا فَقَالَتْ فَاطِمَة مَا اَحْسَنَ هٰذا وَاجْمله تُعْرَفُ بِهِ الْمَرَاة مِنَ الرَّجُلِ فَاِذَا مِتُّ اَنَا فَاغْسِلِيْنِيْ اَنْتِ وَعَلِيٌّ وَلَا يَدْخُلُ عَلَيَّ اَحَدٌ فَلَمَّا تُوُفِّيَتْ غَسَلَهَا عَلِيٌّ وَاسْمَاْ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا۔

(دارقطنی: 1851، کنز العمال: 37359، مستدرک: 4769، 4763، ذخائر العقبی، صفحہ 53، جلد 1، سیر اعلام النبلاء، صفحہ 54، جلد راشدون)

اے بنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے حبشہ میں ایک طریقہ دیکھا تھا وہ آپ کو کر کے دکھاتی ہوں پھر انہوں نے کھجور کی تازہ شاخیں منگوائیں اور اُن کو چارپائی پر کمان کی طرح لگا کر اُوپر کپڑا ڈال دیا۔ حضرت فاطمہ نے دیکھ کر فرمایا یہ تو بہت ہی حسین و جمیل طریقہ ہے اس سے مرد و عورت کے جنازے کی پہچان بھی ہو جاتی ہے جب میں وفات پاؤں (تو میرا جنازہ بھی اسی طرح بنانا) اور تم اور علی دونوں مل کر مجھے غسل دینا اور کسی کو شامل نہ کرنا پس جب سیدہ کی وفات ہوئی تو حضرت اسماء اور حضرت علی نے اُن کو غسل دیا۔

آپ کی اس وصیت کے مطابق آپ کو حضرت علی اور حضرت اسماء زوجہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہم نے غسل دیا اور اسی طرح آپ کی چارپائی پر دو رویہ تازہ شاخیں لگا کر اُوپر کپڑا ڈال دیا گیا۔

نمازِ جنازہ کس نے پڑھائی؟

اس میں تین قول ہیں، ایک یہ کہ خود حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پڑھائی، دوسرا یہ کہ حضرت عباس بن عبد المطلب نے پڑھائی اور تیسرا یہ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کہنے سے حضرت ابو بکر صدیق نے پڑھائی (رضی اللہ عنہم)

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو وفات سیدہ رضی اللہ عنہا کی اطلاع نہ دی، اس وجہ سے وہ نمازِ جنازہ میں شریک نہ ہو سکے۔ اس کے متعلق عرض یہ ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے اطلاع نہ دینے سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اطلاع ہی نہ ہوئی ہو، یہ ناممکن ہے کہ بنت رسول اللہ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی وفات ہو اور امیر المؤمنین خلیفۂ وقت کو خبر نہ ہو اور پھر جب کہ سیّدہ کو غسل دینے اور ان کے جنازے کو تیار کرنے والی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی کی زوجہ محترمہ حضرت اسماء بنت عمیس ہوں۔

جو لوگ یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ سیّدہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے درمیان بوجہ فدک کے ناراضی تھی اور اسی ناراضی کی وجہ سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جنازے کی نماز نہیں پڑھائی، یہ محض ان لوگوں کا افترا ہے جن لوگوں کے دلوں میں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بغض ہے، ورنہ حقیقت یہ ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور سیدہ رضی اللہ عنہا کے درمیان کوئی ناراضی وغیرہ نہیں تھی (جیسا کہ آئندہ سطور میں آئے گا) اور وہ نمازِ جنازہ میں شریک ہوئے بلکہ بعض معتبر روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ نمازِ جنازہ امامت آپ ہی نے فرمائی چناں چہ طبقات ابنِ سعد جلد ہشتم صفحہ 29 میں دو سندوں سے مروی ہے کہ:

صَلّٰى اَبُوْبَكْرٍ الصِّدِّيْقُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَلٰى فَاطِمَةَ بِنْتِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَبَّرَ عَلَيْهَا اَرْبَعًا۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نمازِ جنازہ پڑھائی اور چار تکبیریں کہیں۔

(الریاض النضرہ، صفحہ 176، جلد 1)

مشہور مؤرخ علامہ ابنِ کثیر نے روایت نقل کی۔

كَبَّرَ اَبُوْبَكْرٍ عَلٰى فَاطِمَةَ اَرْبَعًا

(البدایہ والنہایہ، صفحہ 98، جلد 1)

کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ پڑھائی اور چار تکبیریں کہیں۔

اور نہج البلاغہ کی شرح ابن ابی الحدید کی جلد چہارم صفحہ 100 میں صاف روایت موجود ہے:

اِنَّ اَبَا بَکْرٍ ھُوَ الَّذِیْ صَلّٰی عَلٰی فَاطِمَۃِ عَلَیْھَا السَّلَامُ وَکَبَّرَ عَلَیْھَا اَرْبَعًا

کہ بلاشبہ حضرت ابو بکر نے حضرت فاطمہ علیہا السلام کی نمازِ جنازہ پڑھائی اور چار تکبیریں کہیں۔

سید المحققین حضرت مولانا شاہ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فصل الخطاب کے حوالے سے نقل فرماتے ہیں کہ جب سیّدہ فاطمہ کی وفات ہوئی تو حضرت ابو بکر صدیق حضرت عثمان حضرت عبد الرحمٰن بن عوف، حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے اور جب جنازہ رکھا گیا تا کہ نماز پڑھی جائے تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا آگے آؤ اور نماز پڑھو۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا آپ کے ہوتے ہوئے میں آگے آؤں، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہاں! پس حضرت ابو بکر آگے ہوئے اور نمازِ جنازہ پڑھائی اور چار تکبیریں کہیں۔ (مدارج النبوۃ ص446 ج2)

علامہ امام علاؤالدین بن ابی بکر بن مسعود الکاشانی الحنفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

رُوِیَ اَنَّہٗ صَلّٰی عَلٰی فَاطِمَۃَ اَبُوْبَکْرٍ وَکَبَّرَ اَرْبَعًا

مروی ہے کہ حضرت فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کی نمازِ جنازہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے پڑھائی اور چار تکبیریں کہیں۔

علامہ عبد الرحمٰن صفوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب سیّدہ کی وفات ہوئی تو:

صَلّٰی عَلَیْھَا اَبُوْبَکْرٍ اِمَامًا بِاَمْرِ عَلِیٍّ رَضِیَ اللہُ عَنْھُمْ اجمعین

ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے امر سے اُن کی نمازِ جنازہ پڑھائی (رضی اللہ عنہم)

(نزہۃ المجالس، صفحہ 167، جلد 2)

ان روایتوں سے صراحتاً معلوم ہوا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے سیّدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے جنازے میں شمولیت فرمائی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کہنے سے امامت فرمائی۔

علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

رُوِیَ اَنَّ الْحُسَیْنَ قَدَّمَ سَعِیْدَ بْنَ العَاصِ لَمَّامَاتَ الْحَسَنُ وَقَالَ لَوْلَا السُّنَّةُ لَمَا قَدَّمْتُكَ وَكَانَ سَعِیْدٌ وَّ اِلِیًا بِالْمَدِیْنَةِ۔

(ابن عساکر، صفحہ 293، جلد 13، اسد الغابہ، صفحہ 493، جلد 1، ذخائر العقبی، صفحہ 141، جلد 1، سیر اعلام النبلاء، صفحہ 277، جلد 3، الاستیعاب، صفحہ 389، جلد 1)

مروی ہے کہ جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے سعید بن عاص والیٔ مدینہ کو نمازِ جنازہ کے لئے آگے کیا اور فرمایا اگر یہ سنت نہ ہوتی کہ خلیفۂ وقت ہی نماز پڑھائے تو میں تمہیں ہرگز آگے نہ کرتا۔

سیّدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے اس ارشادِ گرامی سے معلوم ہوا کہ خلفاء راشدین کے زمانے میں سنت یہی تھی کہ خلیفۂ وقت ہی نماز پڑھایا کرتا تھا، لہٰذا بلا شبہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت سیّدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی نمازِ جنازہ پڑھائی، کیوں کہ وہی اس وقت خلیفۂ برحق تھے۔(اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ)

نمازِ جنازہ کے بعد آپ کو جنت البقیع میں دفن کر دیا گیا (رضی اللہ عنہا)

مسئلہ فدک

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا حق غصب کیا اور باغ فِدک جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیّدہ کو ہبہ کر دیا تھا یا آپ کی وراثت سے سیّدہ کے حصے میں آتا تھا وہ نہ دیا جس کی وجہ سے سیّدہ ان سے ناراض ہوگئیں اور آخری دم تک ناراض رہیں اور ان سے کلام تک نہ کیا اور چوں کہ سیدہ کی ناراضی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ناراضی ہے۔ لہٰذا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سیّدہ کو ناراض کر کے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ناراض کیا۔

یہ بات سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ یہ سیّد الصادقین صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر محض ایک افترا اور ایک بے بنیاد ناپاک الزام ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں ہے، ابھی چند سطریں پڑھنے کے

بعد قارئین پر اس ناپاک الزام کی حقیقت اظہر من الشّمس ہو جائے گی اور الزام لگانے والوں کی جہالت اور بے بضاعتی کا پورا پورا اندازہ ہو جائے گا۔ اس حقیقت کو ظاہر کرنے سے پہلے قارئینِ کرام کو ''فدک'' کا تعارف کرانا ضروری ہے کہ ''فدک'' کیا ہے؟

قاموس، لسان العرب، مصباح اللغات اور صحیح بخاری میں ہے کہ ''فدک'' ایک گاؤں ہے جو مضافات خیبر میں خیبر سے ایک منزل اور مدینہ منورہ سے دو یا تین منزل کے فاصلے پر ہے، جہاں کھجوروں کے درخت اور پانی کے بہت سے چشمے تھے اور اس کی تسخیر کے متعلق فتح الباری، فتوح البلدان، تاریخ طبری اور تاریخ کامل ابنِ اثیر میں ہے کہ جب 7 ھ میں خیبر فتح ہو گیا تو باقی ماندہ لوگ قلعہ بند ہو گئے اور جب ان پر محاصرے کی سختی زیادہ ہوئی تو انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی خدمت میں عرض کی کہ ان کا خون معاف کر دیا جائے اور اُنہیں خیبر سے چلے جانے کی اجازت دی جائے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ان کی یہ عرض قبول فرمائی، خیبر سے نکل کر انہوں نے عرض کیا کہ اگر آپ ہمیں خیبر ہی میں رہنے دیں تو ہم خیبر کی پیداوار سے نصف آپ کی خدمت میں پیش کر دیا کریں گے۔ اور نصف بطور اُجرت خود لے لیا کریں گے، نیز باوجود اس کے کہ آپ کو ہر وقت اختیار ہوگا کہ جب چاہیں ہمیں خیبر سے نکال دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے اس شرط کو قبول فرمالیا۔

جب آپ خیبر سے واپس ہوئے تو آپ نے محیصہ بن مسعود انصاری رضی اللہ عنہ کو اہلِ فدک کے پاس تبلیغ کے لئے بھیجا، فدک کے باشندے یہودی تھے اور ان کا سردار یوشع بن نون ایک یہودی تھا، انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی خدمت میں صلح کا پیغام بھیجا اور اہلِ خیبر کی طرح فدک کی پیداوار سے نصف دینے کی درخواست کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے منظور فرمایا اس طرح ''خیبر'' اور ''فدک'' اسلام کے قبضے میں آئے۔ خیبر لڑائی کے ذریعے سے اور فدک بغیر لڑائی کے صلح کے ساتھ مفتوح ہوا۔ اصطلاح شریعت میں جو جائیداد یا مال لڑائی کے بغیر ہاتھ آئے اسے ''فئے'' کہتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ فدک اور اس کی آمدنی مالِ فئے ہے اور مال فئے کا مصرف قرآن شریف نے صاف اور واضح بیان فرمایا، ارشاد ہوتا ہے:

مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ كَىْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ ؕ وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝ لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۝۸

(الحشر)

جو مال دلایا اللہ نے اپنے رسول کو بستی والوں سے تو وہ مال اللہ اور رسول کا ہے اور قرابت والوں اور یتیموں اور محتاجوں اور مُسافروں کے لئے ہے......اور فقیر مہاجروں کے لئے ہے جو اپنے گھروں اور مالوں سے نکالے گئے اور وہ طالب ہیں اللہ کے فضل اور اس کی رضا کے اور مدد کرتے ہیں، اللہ اور اس کے رسول کی اور وہی سچے لوگ ہیں۔

اس آیت سے صاف طور پر ثابت ہوا کہ مال ''فئ'' جو بغیر لڑائی وغیرہ کے ہاتھ آیا تھا وہ کسی کی خاص ذاتی ملکیت نہیں تھا بلکہ اس کے حقدار رسول اور قرابت داران رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ وہ تمام مسلمان تھے جو فقراء ومساکین اور محتاج وغیرہ تھے۔

یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ اگر کوئی بادشاہ یا نبی یا امام یا امیر اپنے اقتدار و اثر اور قوت و طاقت سے کوئی جائیداد وغیرہ دشمن سے لڑ کر یا بغیر لڑے صلح سے حاصل کرے تو وہ اس کی ذاتی ملکیت نہیں ہو جاتی اور نہ اس کو یہ اختیار ہوتا ہے کہ وہ اس کو اپنی اولاد کی ملکیت میں دے دے بلکہ اس کو اپنی زندگی میں صرف حاکمانہ تصرف اور اختیار حاصل ہوتا ہے کہ وہ قانون کے مطابق اس کو صرف کرے، اور نہ ہی اس کی وفات کے بعد اس میں وراثت جاری ہوگی کہ بطور ورثہ اس کے ورثا میں تقسیم کر دی جائے، جب یہ ثابت ہو گیا کہ یہ جائیداد آپ کی ذاتی ملکیت نہیں تھی، کیوں کہ ذاتی ملکیت تو وہ ہوتی ہے جو وراثۃً ملے یا اپنے کمائے ہوئے مال سے خریدی ہو، یہاں دونوں باتیں نہیں ہیں پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ

اقدس سے یہ کیسے ممکن ہوسکتا ہے کہ آپ اس وقف جائیداد کو جس میں غریب اور محتاج مسلمانوں کا حق تھا وہ صرف سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ہبہ کر کے ان کی ملکیت قرار دے دیتے، اس سے تو پھر لازم آتا ہے کہ آپ نے غریبوں اور محتاجوں کا حق مار کر سیّدہ رضی اللہ عنہا کو دے دیا، اور اللہ کے ارشاد کی پرواہ نہ کی (نعوذ باللہ من ذالك) کوئی مسلمان ایسا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ جس سے آپ کی ذات پر ایک بدنما دھبا آتا ہو۔

ہمارا تو ایمان یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بحیثیت ایک امین اور خازن کے اس پر متولیّا نہ قبضہ رکھتے تھے اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق اس کو صرف فرماتے تھے اور پھر ہر سال جس قدر غلّہ اور ثمرات وغیرہ فدک سے آتے تھے ان کی مالیت بھی اس قدر نہ تھی جو مسلمانوں کو فکرِ معاش سے مستغنی کر دیتی، چناں چہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس میں سے اپنے اہل وعیال کی معمولی ضرورتوں کے مطابق الگ کر کے باقی مستحق مسلمانوں میں تقسیم فرما دیا کرتے تھے اور باوجود اس کے عہدِ رسالت میں مسلمانوں کی جو مالی حالت تھی وہ سب پر عیاں ہے۔

لیکن اب ہمارے مخالفین کی بھی سنیے کہ ان کے نزدیک باغ فدک کیا ہے چناں چہ ان کے مستند و معتبر علامہ باقر مجلسی ''بحار الانوار'' میں حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ''ایک دن رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیّدہ معصومہ حضرت فاطمہ زہرا کے گھر میں تشریف فرما تھے کہ جبریل امین آئے اور آ کر کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُٹھو! اللہ تعالیٰ نے مجھ کو حکم دیا ہے کہ میں اپنے پروں سے آپ کے لئے ''فدک'' کی حد بندی کر دوں چناں چہ حضور ان کے ساتھ ہو لئے، تھوڑی دیر کے بعد واپس آئے تو خاتونِ جنت کے پوچھنے پر فرمایا کہ جبریل نے میرے لئے اپنے پروں سے فدک کی حد بندی کر دی ہے'' اس روایت میں یہ نہیں بتایا گیا کہ ''فدک'' کے مقررہ حدود کیا تھے، اور وہ کس غرض سے قائم کئے گئے تھے۔ لیکن دوسری روایت میں جو اسی کتاب میں علامہ صاحب نے نقل فرمائی ہے، فدک کی حدود کا بھی بیان ہے، چناں چہ وہ یوں ہے کہ ''خلیفہ ہارون الرشید نے حضرت امام موسیٰ کاظم رضا رضی اللہ عنہ سے کئی مرتبہ عرض کیا کہ آپ فدک لے لیجئے لیکن آپ برابر انکار کرتے

رہے آخر جب خلیفہ نے زیادہ اصرار کیا تو آپ نے فرمایا کہ میں فدک اس وقت تک نہ لوں گا جب تک کہ وہ مع حدود کے مجھے نہ دیا جائے۔ خلیفہ صاحب نے مع حدود کے فدک دینے کی قسم کھائی اور حدود دریافت کئے۔ امام صاحب نے فرمایا اس کی پہلی حد ''عدن'' ہے، دوسری حد ''سمرقند'' ہے یہ سن کر خلیفہ صاحب کا چہرہ متغیر ہو گیا، پھر امام صاحب نے فرمایا اس کی تیسری حد ''افریقا'' اور چوتھی ''کنارۂ سمندر'' ہے جو آرمینیا سے ملا ہوا ہے، خلیفہ نے کہا کہ آپ نے ہمارے لئے تو کچھ بھی نہیں چھوڑا، امام صاحب نے فرمایا، اسی لئے تو میں نے کہا تھا کہ حدود سن کر تم کچھ بھی نہ دو گے''۔

اور اسی میں ایک روایت اور بھی ہے جو نفسِ مضمون کے لحاظ سے مختلف نہیں مگر اس کے حدود میں اختلاف واقع ہوا ہے، چناں چہ اس میں ''پہلی حد عریش مصر دوسری حد دومۃ الجندل، تیسری احد اور چوتھی سمندر بیان کی گئی ہے جسے سُن کر خلیفہ صاحب نے کہا، یہ تو ساری دنیا ہے، تو امام صاحب نے فرمایا کہ یہ سب یہودیوں کے قبضے میں تھی اللہ نے اس کو بغیر جنگ وجدال کے ''فئ'' کیا اور حکم دیا کہ یہ سب اپنی بیٹی فاطمہ کو دے دو''۔

یہ بات بھی افسوس ناک ہے کہ ان کے ہاں کوئی اور روایت موجود نہیں ورنہ عجب نہ تھا کہ ہندوستان اور دیگر بلاد اسلامیہ جو مسلمانوں نے بعد میں فتح کئے، ضرور فدک کے حکم میں آجاتے۔ بہر صورت ان روایات سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ سلطنتِ اسلامی کا مختصر نام ''فدک'' ہے۔ جسے خدا نے بغیر جنگ وجدال اپنے پیغمبر کے لئے ''فئ'' کیا تھا اور حکم دیا تھا کہ یہ سب کا سب سیّدہ کے حوالے کر دو۔ اہلِ علم وفہم کے نزدیک ان روایات کی جو وقعت ہو سکتی ہے وہ ظاہر ہے، سرِ دست ان کے متعلق سوائے اس کے کہ اور کیا کہا جائے؟

''بریں عقل و دانش بباید گریست (ایسی عقل اور سمجھ پر رونا چاہیے)''

وراثتِ انبیا

انبیائے کرام کی وراثت کیا ہے؟ اور کیا ان کا چھوڑا ہوا مال ان کے ورثا میں تقسیم ہوتا ہے یا نہیں؟ اس کا جواب پہلے شیعہ مذہب کی معتبر کتاب ''اصولِ کافی'' کی دو صحیح روایتوں

سے پیش کیا جاتا ہے۔

امام الائمہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

اِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَۃُ الْاَنْبِیَآءِ وَذَاكَ اَنَّ الْاَنْبِیَآءَ لَمْ یُوْرِثُوْا دِرْھَمًا وَلَا دِیْنَارًا وَّ اِنَّمَا اَوْرِثُوْٓا اَحَادِیْثَ مِنْ اَحَادِیْثِھِمْ فَمَنْ اَخَذَ بِشَیْءٍ مِنْھَا فقد اَخَذَ حَظًّا وَافِرًا

(اصول کافی مع شرح صافی صفحہ 83، جلد 1)

بلا شبہ علما انبیا کے وارث ہیں اس لئے کہ انبیائے کرام اپنی وراثت میں درہم و دینار نہیں چھوڑا کرتے بلکہ ان کی وراثت ہے علم وحکمت کی باتیں پس جو شخص ان کی علمی باتوں میں سے کچھ حصہ لیتا ہے وہ بہت بڑا حصہ لیتا ہے۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَضْلُ الْعَالِمِ عَلَی الْعَابِدِ کَفَضْلِ الْقَمَرِ عَلٰی سَآئِرِ النُّجُوْمِ لَیْلَۃَ الْبَدْرِ وَاَنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَۃُ الْاَنْبِیَاءَ لَمْ یُوْرِثُوْا دِیْنَارًا وَلَا دِرْ ھَمًا وَلٰکِنْ اَوْرِثُوْا الْعِلْمَ فَمَنْ اَخَذَ مِنْہُ اَخَذَ بِحَظٍّ وَافِرٍ۔

(اصول کافی مع شرح صافی صفحہ 83، جلد 1)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا عالم کی فضیلت بے علم عابد پر ایسی ہے جیسے شبِ بدر میں چاند کی فضیلت تمام ستاروں پر کیوں کہ علما انبیا کے وارث ہیں اور بے شک انبیا اپنی وراثت درہم و دینار نہیں بلکہ علم چھوڑ کر جاتے ہیں۔ سو جو شخص اس علم میں سے حصہ لیتا ہے وہ بہت بڑی چیز لیتا ہے۔

ان دونوں روایتوں سے ثابت ہوا کہ انبیا کی وراثت علم ہے، مال نہیں۔

اہلِ سُنّت کی کُتب سے

امیر المؤمنین حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا نُوْرَثُ مَاتَرَکْنَاہُ صَدَقَۃٌ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہم نبیوں کے مال کا کوئی وارث نہیں ہوتا جو کچھ ہم

(بخاری 6730، مسلم 56-1761، مشکوٰۃ: 5976)

چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

اَنَّ رَسُوْلَ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یُقْسِمُ وَرَثَتِی دِیْنَارًا مَّا تَرَکْتُ بَعْدَ نَفَقَۃِ نِسَائِیْ وَمُؤُونَۃِ عَامِلِیْ فَھُوَ صَدَقَۃٌ

(بخاری 6729، مسلم 55-1760، مشکوٰۃ: 5976)

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا (میری وفات کے بعد) میرے وارث دینار وغیرہ (بطور ورثہ) تقسیم نہ کریں گے اور جو کچھ میں چھوڑ دوں گا وہ میری بیویوں کے مصارف اور عامل کی اجرت کے بعد صدقہ ہوگا۔

حضرت عمرو بن حارث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

مَاتَرَكَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ دِیْنَارًا وَلَا دِرْھَمًا وَلَا عَبْدًا وَلَا اَمَۃً اِلَّا بَغْلَتَہُ الْبَیْضَاْ الَّتِیْ کَانَ یَرْکَبُھَا وَسِلَاحَہُ وَاَرْضًا جَعَلَھَا لِابْنِ السَّبِیْلِ صَدَقَۃً (بخاری شریف: 4461)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے درہم و دینار اور غلام اور لونڈی کچھ نہ چھوڑا سوائے ایک سفید خچر کے جس پر آپ سواری فرماتے اور چند ہتھیار اور کچھ زمین ان سب کو مسافروں کے لئے صدقہ کر گئے۔

اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

اَنَّ اَزْوَاجَ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حِیْنَ تُوُفِّیَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَرَدْنَ اَنْ یَبْعَثْنَ عُثْمَانَ اِلٰی اَبِیْ بَکْرٍ یَسْاَلْنَہُ مِیْرَاثَھُنَّ فَقُلْتُ اَلَیْسَ قَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَانُوْرَثُ مَاتَرَکْنَا صَدَقَۃٌ

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد ازواج مطہرات نے ارادہ کیا کہ حضرت عثمان کو حضرت ابوبکر کے پاس بھیج کر میراث کا مطالبہ کریں۔ اُمّ المؤمنین فرماتی ہیں، میں نے کہا کیا تم کو معلوم نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ

(بخاری:6730،مسلم 51-1758) ہم انبیا کے مال کا کوئی وارث نہیں ہوتا جو کچھ ہم چھوڑ کر جائیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔

فریقین کی ان روایت سے ثابت ہوا کہ جمیع انبیائے کرام کی وراثت علم اور ان کے وارث علما ہوتے ہیں اور باقی جو کچھ وہ چھوڑ جائیں وہ مثل صدقہ کے ہے۔ جب یہ ثابت ہو گیا کہ انبیائے کرام کا ورثہ ان کی اولاد میں تقسیم نہیں ہوتا کیوں کہ ان کا ورثہ علم ہوتا ہے اور علاوہ ازیں جو کچھ ہوتا ہے وہ صدقہ ہوتا ہے تو پھر یہ کہنا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کا حق غصب کیا اور باغِ فدک جو حضور کی وراثت سے ان کے حصے میں آیا تھا وہ نہ دیا، کس قدر زیادتی اور بے خبر ہونے کی دلیل ہے۔

اور اگر بالفرض باغ فدک بطور ورثہ تقسیم بھی ہوتا تو پھر بھی صرف سیدہ کا حق نہ تھا کیوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے وقت آپ کی نو بیویوں اور حضرت عباس (چچا) بھی موجود تھے کیا شرعی قانون سے یہ حق دار نہ تھے؟ اور نو بیویوں میں سے ایک حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صاحب زادی (عائشہ صدیقہ) اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی (حضرت حفصہ) بھی تھیں کیا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ان سے بھی کوئی عناد تھا کہ ان کی بھی حق تلفی کی؟ حقیقت یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کسی کی بھی حق تلفی نہیں کی۔ بلکہ کتاب وسنت کے مطابق اس کو صرف کیا۔

اعتراضات وجوابات

اعتراض نمبر 1: بخاری و مسلم میں ہے کہ حضور کی وفات کے بعد سیدہ رضی اللہ عنہا نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے مطالبہ کیا کہ حضور کے متروکہ مال فئ کو تقسیم کیا جائے، ابوبکر نے انکار کیا جس سے سیّدہ رضی اللہ عنہا غضب ناک ہوئیں اور جب تک زندہ رہیں ان سے کلام نہ کیا اور سیّدہ رضی اللہ عنہا کو ناراض کرنا گویا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ناراض کرنا ہے لہٰذا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سیدہ رضی اللہ عنہا کو ناراض کر کے اللہ ورسول کو ناراض کیا۔

جواب: بخاری و مسلم کی حدیث میں کوئی لفظ ایسا نہیں ہے جس سے ثابت ہو کہ سیّدہ رضی اللہ عنہا

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر ناراض ہوئیں یا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کو ناراض کیا ہو۔
حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کے مطالبہ کرنے پر ان کو صرف یہ فرمایا کہ اے سیّدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد ہے کہ ہم انبیا کسی کو اپنے مال کا وارث نہیں بناتے بلکہ جو کچھ ہم چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے اور خدا کی قسم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے صدقے میں کسی قسم کا تغیر و تبدل نہ کروں گا بلکہ اسی حالت میں رکھوں گا جس طرح آپ کے زمانے میں تھا اور اس میں وہی احکام جاری کروں گا جو آپ جاری کیا کرتے تھے۔ ہاں (آپ کے زمانے کے مطابق) آپ کی آل بھی اس میں سے کھائے گی۔ (مسلم شریف:52-1759)

بخاری میں ہے کہ یہ سن کر سیّدہ غضب ناک ہوئیں، اور جب تک زندہ رہیں، اس معاملے میں گفتگو نہ فرمائی۔ حدیث شریف کے الفاظ یہ ہیں۔ فَغَضِبَتْ فَاطِمَةُ بِنْتِ رَسُوْلِ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم قابلِ غور بات یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کوئی ایسا لفظ نہیں کہا جو ان کی ناراضی کا باعث ہو سکے، بلکہ آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشادِ گرامی پیش کیا اور فرمایا کہ خدا کی قسم میں آپ کی سنت کے مطابق عمل کروں گا اور اس میں کوئی تغیر و تبدل نہ کروں گا۔

نیز سیّدہ رضی اللہ عنہا نے بھی سن کر یہ نہیں کہا کہ تم غلط کہتے ہو، انبیا کا ترکہ تقسیم ہوا کرتا ہے لہٰذا ہمارے ابا جان کا بھی تقسیم ہوگا اور تمہارا قول و فعل ہمارے ابا جان کے قول و فعل کے خلاف ہے۔

تو بلاشبہ یہ ناراضی وقتی طور پر تھی جو بعد میں بالکل نہ رہی، کیوں کہ سیّدہ کو اپنے ابا جان کا ارشاد معلوم ہو گیا تھا اور سیّدہ رضی اللہ عنہا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر راضی ہو گئیں۔ چناں چہ امام بیہقی نے شعبی سے صحیح حدیث روایت کی ہے۔

اِنَّ اَبَابَکْرٍ عَادَفَاطِمَةَ فَقَالَ لَهَا عَلِیٌّ اَبُوْبَکْرٍ یَسْتَاذَنَ عَلَیْكِ قَالَتْ اَتُحِبُّ اَنَّ اٰذَنَ لَهٗ قَالَ نَعَمْ فَأَذِنَتْ لَهٗ فَدَخَلَ عَلَیْهَا فَرَضَاهَا حَتّٰی رَضِیَتْ وَهُوَ

کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی عیادت کو آئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ سے کہا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ تمہارے پاس آنے کی اجازت چاہتے

(السنن الکبری بیہقی: 12735، طبقات ابن سعد، صفحہ 27، جلد 8، زرقانی علی المواہب، صفحہ 8، جلد 7، الریاض النضرۃ، صفحہ 176، جلد 1، سیر اعلام النبلاء، صفحہ 3 5، جلد راشدون، البدایہ والنہایہ ص 0 1 3 ج 5، ص 6 6 3 ج 6، مدارج النبوۃ ص 5 4 4، ج2)

ہیں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کیا تمہیں پسند ہے کہ میں انہیں اجازت دوں؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں! تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اجازت دی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سیدہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور انہیں راضی کیا یہاں تک کہ سیّدہ رضی اللہ عنہا راضی ہوگئیں اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی راضی ہو گئے۔

باوجود اس کے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کوئی جرم نہیں کیا تھا، بلکہ حضور کی قولی اور فعلی سنت کو پیش کیا تھا اور اسی پر عمل کیا تھا، پھر بھی سیّدہ رضی اللہ عنہا کی ناراضی کا ان کو کس قدر احساس تھا کہ تشریف لائے اور سیّدہ رضی اللہ عنہا کو راضی کیا اور آپ بھی راضی ہوگئیں کیوں کہ آپ کو یہ معلوم ہو گیا تھا کہ جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا ہے وہ حق اور درست ہے۔

اس کے بعد بھی اگر کوئی نہ مانے تو سوال یہ ہے کہ جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا عہدِ خلافت تھا اس وقت پوری طاقت وقوت آپ کے ہاتھ میں تھی۔ پھر انہوں نے باغ فدک سیّدہ کی اولاد کے حوالے کیوں نہ کیا؟ جب کہ اللہ تعالیٰ کا بھی ارشاد ہے کہ امانت اہلِ امانت کے پاس پہنچادو! انہوں نے اہلِ حق کو ان کا حق واپس کیوں نہ کیا؟

اگر جواب یہ ہو کہ اہلِ بیت کرام غصب شدہ مال واپس نہیں لیتے کیوں کہ یہ اُن کی شانِ اقدس کے خلاف ہے، تو پھر منکر کے بقول خلافت بھی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حق تھا جو خلفائے ثلاثہ نے غصب کرلیا تھا وہ غصب شدہ خلافت حضرت علی رضی اللہ عنہ وحضرت حسن رضی اللہ عنہ نے کیوں لی؟ قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۱۱﴾ (البقرہ)

اعتراض نمبر 2: اللہ تعالیٰ کا ارشاد يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ (النساء:11)

جس میں میراث کے قوانین بیان فرمائے گئے ہیں عام ہے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے

مستثنیٰ نہیں ہیں، لہٰذا جس طرح ہمارا ورثہ ہماری اولاد میں تقسیم ہوتا ہے اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بھی تقسیم ہونا چاہئے تھا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ورثہ تقسیم نہ کر کے اس حکمِ الٰہی کے خلاف کیا۔

جواب: آیۂ کریمہ يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ میں خطاب اُمت کو ہے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے بالاتفاق مستثنیٰ ہیں اور دلیل اس پر یہ ہے اللہ تعالیٰ نے قانون وراثت بیان کرنے کے بعد فرمایا:

تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ؕ وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ (النساء:13)

یعنی یہ اللہ کی (مقررہ) حدیں ہیں اور جو اللہ اور اس کے رسول کی فرماں برداری کرتے ہوئے ان حدود کے اندر رہے گا اُسے اللہ جنت میں داخل کرے گا۔

معلوم ہوا کہ یہ حکم اُمت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہے۔ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے مستثنیٰ ہیں ورنہ مَنْ يُطِعِ اللّٰهِ وَرَسُوْلَهٗ کا مطلب کیا ہوگا؟

قرآنِ پاک میں متعدد مقامات پر ضمیر ''کُمْ'' جمع مخاطب موجود ہے جس سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بالاتفاق فریقین مستثنیٰ ہیں مثلاً۔

(1) فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ۚ (النساء:3)

تو نکاح میں لاؤ ان عورتوں کو جو تمہیں خوش آئیں دودو، تین تین اور چار چار۔

اس آیۂ کریمہ میں بھی خطاب اُمت کو ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے مستثنیٰ ہیں، چناں چہ آپ کے نکاح میں بیک وقت نو بیویاں تھیں۔

(2) وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَكُمْ ۝۳۳ (محمد)

اور اپنے اعمال باطل نہ کرو۔

(3) وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ فِيْكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ؕ (حجرات:7)

اور جان لو کہ اللہ کا رسول تم میں موجود ہے۔

ان دونوں آیتوں میں کُمْ ضمیر مخاطب موجود ہے مگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مستثنیٰ ہیں، علیٰ ہٰذا القیاس،

اسی طرح یُوۡصِیۡکُمُ اللّٰہُ فِیۡۤ اَوۡلَادِکُمۡ میں خطاب اُمت کو ہے، آپ اس سے مستثنیٰ ہیں۔

اعتراض نمبر 3: اگر انبیائے کرام کا مالی ورثہ ان کے ورثاء میں تقسیم نہیں ہوتا تو اس آیۂ کریمہ وَ وَرِثَ سُلَیۡمٰنُ دَاوٗدَ، (کہ وارث ہوئے سلیمان علیہ السلام، داؤد علیہ السلام کے) کا کیا مطلب ہوگا۔

جواب: اس آیت میں جس وراثت کا ذکر ہے، اس سے مالی وراثت مراد نہیں بلکہ علمی وراثت مراد ہے۔ اگر مالی وراثت مراد ہوتی تو صرف حضرت سلیمان علیہ السلام ہی وارث نہ ہوتے۔

نیز اگر مالی وراثت مراد ہوتی تو اس کے ذکر ہی کی کیا ضرورت تھی، حضرت سلیمان بلا شک وشبہ حضرت داؤد کے بیٹے تھے اور بیٹا باپ کے مال کا وارث ہوا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا خصوصیت کے ساتھ بیان فرمانا ہی اس بات کی روشن دلیل ہے کہ وراثت علمی تھی نہ کہ مالی ورنہ دنیا کے مال کا وارث ہوجانا بھی کسی نبی کے فضل وکمال کا باعث ہوسکتا ہے؟

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَقَدۡ اٰتَیۡنَا دَاوٗدَ وَ سُلَیۡمٰنَ عِلۡمًا ۚ، اور بلا شک وشبہ ہم نے داؤد اور سلیمان کو علم عطا فرمایا۔ یعنی وہ علم وحکمت اور نبوت جو ہم نے داؤد علیہ السلام کو عطا فرمائی تھی، اس کے وارث ان کے فرزند ارجمند حضرت سلیمان علیہ السلام ہوئے۔ شیعہ مذہب کی معتبر کتاب ''اصول کافی'' کی ایک فیصلہ کن روایت ہدیۂ قارئین ہے۔

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

اِنَّ سُلَیۡمَانَ وَرِثَ دَاوٗدَ وَاِنَّ مُحَمَّدًا صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ وَرِثَ سُلَیۡمَانَ۔

یعنی بے شک سلیمان علیہ السلام وارث ہوئے داؤد علیہ السلام کے اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وارث ہوئے سلیمان علیہ السلام کے۔

معلوم ہوا کہ داؤد کی وراثت کے وارث حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوئے، حالاں کہ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور سلیمان علیہ السلام کے درمیان کئی پشتیں گزریں، کیا کوئی ثابت کرسکتا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا وہ کون سا متروکہ مال تھا جس کے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وارث ہوئے؟

اعتراض نمبر 4: حضرت زکریا علیہ السلام نے دعا کی تھی:

فَهَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ۙ يَّرِثُنِيْ وَيَرِثُ مِنْ اٰلِ يَعْقُوْبَ ۖ (مریم:6)

تو مجھے اپنے پاس سے کوئی ایسا ڈال جو میرا کام اُٹھالے وہ میرا جانشین ہو اور اولادِ یعقوب کا وارث ہو۔

جواب: اس آیت سے تو معترض کی سخت تردید ہوتی ہے اور اس کے مبلغ علم کا بھی پورا پورا اندازہ ہوتا ہے، حضرت زکریا علیہ السلام عرض کر رہے ہیں، اے اللہ مجھے ایک بیٹا عطا فرما جو یَّرِثُنِيْ وَيَرِثُ مِنْ اٰلِ يَعْقُوْبَ ۖ میرا اور آلِ یعقوب کا وارث بنے۔ حضرت یحیٰی علیہ السلام حضرت زکریا علیہ السلام کے تو وارث بن سکتے تھے مگر آلِ یعقوب کے وارث کس طرح؟ حالاں کہ حضرت زکریا علیہ السلام اور حضرت یعقوب علیہ السلام کے درمیان دو ہزار سال کا فاصلہ ہے۔ کیا آلِ یعقوب علیہ السلام کا مال ابھی تک غیر منقسم پڑا ہوا تھا جس کا وارث حضرت یحییٰ کو بننا تھا؟

درحقیقت اس آیت سے مراد یہی ہے کہ اے اللہ مجھے ایک بیٹا عطا فرما جو میرے بعد میرے منصبِ نبوت اور میرے علم و حکمت کا وارث بنے اور یہی آلِ یعقوب کا ورثہ تھا۔

مسئلہ فدک اور وراثت انبیا اور اعتراضات کے جوابات مختصر طور پر پیش کئے گئے ہیں، اہلِ انصاف حضرات کے لئے اسی قدر کافی ہے اور دوسروں کے لئے دفتروں کے دفتر بے کار۔ اللہ تعالیٰ ہمیں دین کی سمجھ عطا فرمائے اور ہمارے سینوں کو بغض و حسد سے پاک فرمائے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدَانَا لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَا اَنْ هَدَانَا اللّٰهُ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ۔

نورِ نظرِ مصطفیٰ، جانِ مرتضیٰ، راحتِ حسنین مجتبیٰ، مخدومہ کائنات، اُمّ السادات، سردار خواتین جہاں، فخر مادراں، خاتونِ جنت حضرت طیبہ طاہرہ ذاکرہ عابدہ راضیہ سیّدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے کچھ فضائل و حالات لکھنے کے بعد اُم المؤمنین حبیبہ حبیب ربّ العالمین، صدیقہ بنت صدیق، عتیقہ بنت عتیق حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بھی کچھ فضائل و مناقب حصول برکت و سعادت کے لئے پیشِ خدمت ہیں۔ تاکہ مسلمان بھائیوں اور مسلمان بہنوں کو ان پاکیزہ ہستیوں کے درجات و مراتب، فضائل و محامد، علم و فضل، زہد و تقویٰ، جود و سخا، عبادت و

ریاضت، شرم وحیا اور دیگر اعمالِ حسنہ کا علم ہو جائے نیز مسلمان خواتین ان کی سیرت مقدسہ سے سبق حاصل کریں اور ان کی اتباع کر کے اپنی زندگیوں کو پاکیزہ بنائیں۔

ناچیز

محمد شفیع الخطیب اوکاڑوی عفا اللہ عنہ، کراچی

☆......☆......☆

فضائل

اُم المؤمنین

حضرت

عائشہ صدّیقہ

رضی اللہ تعالیٰ عنہا

☆

بنتِ صدیق آرامِ جانِ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

اس حریم براءت پہ لاکھوں سلام

☆

حضورِ اکرم رحمتِ عالم نورِ مجسم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہت زیادہ محبت تھی۔ آپ رضی اللہ عنہا کا لقب ہی محبوبہ محبوبِ ربّ العالمین ہے۔

حضرت عمر بن العاص رضی اللہ عنہ جب غزوۂ سلاسل سے واپس آئے تو انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا، یارسول اللہ:

اَیُّ النَّاسِ اَحَبُّ اِلَیْكَ قَالَ عَائِشَةُ فَقُلْتُ مِنَ الرِّجَالِ قَالَ اَبُوْهَا۔ (بخاری شریف: 3662، ترمذی: 3886، سبل الہدیٰ، صفحہ 170، جلد 11)

آپ کو تمام لوگوں میں سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟ فرمایا: عائشہ۔ انہوں نے کہا: مردوں میں؟ فرمایا، ان کا باپ (ابوبکر رضی اللہ عنہ)

امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی، اُمّ المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا:

یَابُنَیَّةُ لَا یَغُرَّنَّكِ هٰذِهِ الَّتِیْ اَعْجَبَهَا حُسْنُهَا حُبُّ رَسُوْلِ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اِیَّاهَا یُرِیْدُ عَائِشَةَ (بخاری شریف: 5218)

اے بیٹی، عائشہ کی رِیس نہ کیا کرو وہ تم سے خوب صورت ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبوبہ ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب مسلمانوں کے وظیفے مقرر کئے تھے تو آپ نے دیگر ازواج مطہرات کے دس دس ہزار اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارہ ہزار مقرر کئے۔

وَزَادَ عَائِشَةَ الفَیْنِ وَقَالَ اِنَّهَا حَبِیْبَةُ رَسُوْلِ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (المستدرک: 6723، طبقات ابن سعد، صفحہ 53، جلد 8، سیر اعلام النبلاء، ص 187 ج 2)

حضرت عائشہ کے دو ہزار زیادہ کئے اور فرمایا، یہ اس لئے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حبیبہ ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا کرتے:

اَللّٰهُمَّ هٰذَا قَسْمِیْ فِیْمَا اَمْلِكُ فَلَا تَلُمْنِیْ

اے اللہ! یہ عادلانہ تقسیم جو میرے اختیار

فِيْمَا تَمْلِكُ وَلَا اَمْلِكُ يَعْنِي الْقَلْب
(ابوداؤد شریف: 2134۔ المستدرک: 2761)

میں ہے (یعنی بیویوں میں معاشرت اور لین دین کی برابری) وہ تو میں کرتا ہوں اور وہ جو میرے اختیار میں نہیں (یعنی عائشہ سے قلبی محبت) اس سلسلے میں مجھے ملامت نہ کرنا، یعنی معاف کرنا۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْٓا اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَآءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ (النساء:129)

اور تم ہرگز طاقت نہیں رکھتے ہو کہ اپنی بیویوں کے درمیان پورا پورا عدل کرسکو۔ اگرچہ تمہیں اس کی بڑی خواہش ہو۔

یعنی اگر ایک سے زائد بیویاں تمہارے نکاح میں ہوں تو یہ تم سے ہرگز نہ ہوسکے گا کہ محبتِ قلبی اور چاہت وغیرہ میں مساوات اور برابری رکھ سکو۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی فطری امر کا اظہار فرمایا ہے کہ اے اللہ قلب کا معاملہ آپ کے اختیار میں ہے میرے اختیار میں نہیں، لہٰذا عائشہ رضی اللہ عنہا کی محبت کے معاملے میں مجھے ملامت نہ کرنا۔

چوں کہ تمام صحابۂ کرام جانتے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ محبت ہے اس لئے جس دن اُن کی باری ہوتی، اس دن صحابہ رضی اللہ عنہم آپ کی خدمت میں ہدیے اور تحفے بھیجتے اور آپ کی خوشنودی اور رضامندی حاصل کرتے۔ بعض ازواج مطہرات کو اس کا شدت سے احساس ہوا تو انہوں نے حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ تم حضور کی خدمت میں عرض کرو کہ آپ لوگوں سے فرمادیں کہ میں جہاں بھی ہوا کروں ہدیے اور تحفے بھیجا کرو اور عائشہ کے دن کی تخصیص نہ کیا کرو۔ حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا نے یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا:

يَا اُمَّ سَلْمَةَ لَا تُؤْذِيْنِيْ فِيْ عَائِشَةَ فَاِنَّ الْوَحْيَ لَمْ يَنْزِلْ عَلَيَّ وَمَعِيْ اَحَدٌ مِّنْ

اے اُمِ سلمہ! مجھے عائشہ کے بارے میں ایذا نہ دو کیوں کہ میری بیویوں میں سے

نِسَائِی اِلَّا عَائِشَۃَ فَاِنَّ الْوَحْیَ نَزَلَ عَلَیَّ وَھِیَ مَعِیَ فِیْ لِحَافِیْ

(کنز العمال:34365، سیر اعلام النبلاء، صفحہ 142، جلد 2، سبل الہدیٰ والرشاد، صفحہ 172، جلد 11، بخاری:2581)

سوائے عائشہ کے اور کوئی میرے ساتھ ہوتی ہے تو مجھ پر وحی نہیں آتی اور عائشہ میرے ساتھ میرے لحاف میں ہوتی ہے تب بھی مجھ پر وحی آتی ہے۔

آخر سب ازواجِ مطہرات نے مشورہ کر کے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بلایا اور ان کو اس بات کے لئے آمادہ کیا کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے کہیں۔ حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا نے اُن کی طرف سے درخواست پیش کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

یَا بُنَیَّۃُ اَلَا تُحِبِّیْنَ مَا اُحِبُّ قَالَتْ بَلٰی فَرَجَعَتْ اِلَیْھِنَّ فَاَخْبَرَ تُھُنَّ فَقُلْنَ اِرْجِعِیْ اِلَیْہِ فَاَبَتْ اَنْ تَرْجِعَ۔

(بخاری شریف:2581)

اے میری بیٹی! جس کو میں محبوب رکھوں کیا تم اس کو محبوب نہیں رکھو گی؟ انہوں نے کہا کیوں نہیں! سیدہ رضی اللہ عنہا واپس آئیں اور ازواج کو بتایا انہوں نے پھر بھیجنا چاہا تو سیدہ رضی اللہ عنہا نے انکار کر دیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اکثر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے زانو پر سر رکھ کر سو جاتے۔ ان کے ساتھ ایک دسترخوان بلکہ ایک برتن میں کھانا کھاتے۔ کھانے میں محبت کا یہ عالم تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم وہی ہڈی چوستے جس کو حضرت عائشہ چوستیں۔ پیالے میں وہیں مونھ رکھ کر پیتے جہاں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مونھ لگاتیں۔ (مسند ابوداؤد طیالسی:1617)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک فارسی، حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا پڑوسی تھا، اُس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دعوت کی۔ فَقَالَ وَھٰذِہٖ لِعَائِشَۃَ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ساتھ عائشہ کی بھی؟ فَقَالَ لَا! فَقَالَ رَسُوْلُ اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم لَا؟ تو اُس نے کہا نہیں! حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا، پھر میں بھی قبول نہیں کرتا، وہ چلا گیا، پھر دوبارہ آیا تو پھر یہی سوال و جواب ہوا، تیسری مرتبہ پھر آیا تو آپ نے پھر بھی یہی فرمایا کہ ساتھ عائشہ بھی ہوگی؟ اس نے کہا، جی ہاں! پھر آپ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس کے گھر گئے۔ (مسلم شریف:139-2037)

شارحینِ حدیث فرماتے ہیں کہ آپ کے تنہا دعوت قبول نہ کرنے کی وجہ یہ تھی کہ اس روز گھر میں فاقہ تھا، آپ کے انس ومحبت اور لطف وکرم سے بعید تھا کہ گھر میں بیوی کو بھوکا چھوڑ کر اکیلے کھانا کھالیں۔

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ پہلے فقیر کا یہ طریق تھا کہ اگر کھانا پکاتا تو اس کا ثواب حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وحضرت امیر المؤمنین وحضرت فاطمہ وحضراتِ حسنین رضی اللہ عنہم کی ارواحِ مقدسہ کے لیے ہی خاص کرتا تھا اور ازواجِ مطہرات کا نام شامل نہ کرتا تھا، تو:

شبے درخواب می بیند کہ آن سرور حاضر است علیہ و علٰی الہٖ الصلوٰۃ والسلام فقیرِ برایشاں عرض سلام می کند متوجہ فقیر نمی شوند و رُو بجانب دیگردارند، دریں اثنا بہ فقیر فرمودند کہ من طعام درخانۂ عائشہ میخورم ہر کہ مرا طعام فرستد بخانۂ عائشہ فرستد ایں زماں فقیر دریافت کہ سبب عدم توجہ شریف ایشاں آن بودہ فقیر حضرت صدیقہ رادر طعام شریک نہ می ساخت بعد ازان حضرت صدیقہ را بلکہ سائرازواجِ مطہرات را کہ ہمہ اہلِ بیت اند شریک می ساخت و بجمیع اہلِ بیت توسل می نمود۔

(مکتوبات شریف، دفتر دوم، حصہ ششم، مکتوب نمبر 36)

ایک رات خواب میں دیکھا کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما ہیں۔ فقیر نے آپ کی خدمت میں سلام عرض کیا تو آپ فقیر کی طرف متوجہ نہ ہوئے اور چہرہ انور دوسری جانب پھیر لیا اور فقیر سے فرمایا کہ میں عائشہ (صدیقہ) کے گھر کھانا کھاتا ہوں جس کسی نے مجھے کھانا بھیجنا ہو وہ حضرت عائشہ کے گھر بھیجا کرے۔ اس وقت معلوم ہوا کہ آپ کے توجہ نہ فرمانے کا سبب یہ تھا کہ فقیر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو شریکِ طعام نہ کرتا تھا اس کے بعد فقیر، حضرت عائشہ صدیقہ بلکہ تمام ازواجِ مطہرات کو بلکہ سب اہلِ بیت کو شریک کیا کرتا اور تمام اہلِ بیت کو اپنے لئے وسیلہ بناتا تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سفر میں ازواجِ مطہرات میں سے ایک کو ساتھ رکھتے تھے، اس میں بہت سی حکمتیں تھیں۔ اس سلسلے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے درمیان قرعہ ڈالتے تھے جس کا نام آجاتا وہ آپ کی رفیقِ سفر ہوتیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا متعدد بار سفر میں آپ کے ساتھ رہی ہیں۔ ایک مرتبہ سفر میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کو آگے بڑھ جانے کا حکم فرمایا اور حضرت عائشہ سے کہا آؤ دوڑ لگائیں، دیکھیں کون آگے نکل جاتا ہے؟ چناں چہ دوڑ لگائی تو حضرت عائشہ آگے نکل گئیں۔ کچھ عرصے کے بعد پھر ایسا موقع آیا پھر دوڑ ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آگے نکل گئے۔ فَقَالَ ھذہ بتلك السبقة۔ اور فرمایا یہ اس دن کا بدلہ ہے

(ابوداؤد، صفحہ 2578، سبل الہدیٰ، صفحہ 173، جلد 11، سیر اعلام النبلاء ص 174 ج 2)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا عائشہ! جب تم مجھ سے راضی یا ناراض ہوتی ہو تو مجھے پتا لگ جاتا ہے۔ فرماتی ہیں، میں نے عرض کیا کیسے یا رسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم)؟

قَالَ اِنَّكِ اِذَا كُنْتِ رَاضِيَةً قُلْتِ لَا وَرَبِّ مُحَمَّدٍ وَاِذَا كُنْتِ سَاخِطَةً قُلْتِ لَا وَرَبِّ اِبْرَاهِيْمَ قَالَتْ قُلْتُ اَجَلْ، لَسْتُ اُهَاجِرُ اِلَّا اِسْمَكَ

(طبقات ابن سعد، صفحہ 55، جلد 8، کنز العمال: 34359، سیر اعلام النبلاء، صفحہ 169، جلد 2، سبل الہدیٰ والرشاد، صفحہ 173، جلد 11)

فرمایا جب تم راضی ہوتی ہو تو کہتی ہو ربِ محمد کی قسم اور جب ناراض ہوتی ہو تو کہتی ہو ربِ ابراہیم کی قسم! تو میں نے عرض کیا ہاں صرف زبان سے آپ کا نام چھوڑ دیتی ہوں، دل تو محبت سے لبریز ہی ہوتا ہے۔

اللہ کا محبوب بنے جو تمہیں چاہے
اس کا تو بیاں ہی نہیں تم جسے چاہو

یہ وہ روایات پیش کی گئی ہیں جن سے پتا چلتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کتنی محبت تھی اور وہ روایات جن سے حضرت عائشہ کی حضور سے بے پناہ محبت کا اظہار ہوتا ہے، ہم نے یہاں نقل نہیں کی ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نمازِ تہجد کے لئے اُٹھتے۔ جب رات آخر ہوتی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اُٹھاتے تو وہ بھی اُٹھ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتیں۔ جب صبح ہوجاتی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سنت نماز پڑھ کر ایک کروٹ لیٹ جاتے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے باتیں کرتے۔ کبھی کبھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رات بھر اس طرح عبادت میں مشغول رہتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امام ہوتے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مقتدی ہوتیں۔

گھر میں اگر چہ خادمہ موجود تھیں مگر حضرت عائشہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کام خود اپنے ہاتھ سے کرتیں۔ آٹا خود پیستی تھیں، خود گوندھتی تھیں، کھانا خود پکاتی تھیں۔ بستر اپنے ہاتھ سے بچھاتی تھیں۔ وضو کا پانی خود لاکر رکھتی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر مُبارک میں اپنے ہاتھ سے کنگھا کرتی تھیں۔ جسم مبارک پر عطر مل دیتی تھیں۔ آپ کے کپڑے اپنے ہاتھ سے دھوتی تھیں۔ سوتے وقت مسواک اور پانی سرہانے رکھتی تھیں۔ مسواک کو صفائی کی غرض سے دھویا کرتی تھیں۔

دنیا سے رحلت فرمانے سے قبل جب بیماری دامنِ اقدس چھونے آئی، ان ایّام میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام ازواج مطہرات کو جمع کر کے ان سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس رہنے کی اجازت چاہی۔ انہوں نے خوشی سے اجازت دی تو آپ نے ظاہری زندگی کے آخری دن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس اُن کے حجرے میں گزارے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میرے بھائی عبدالرحمٰن میرے حجرے میں آئے۔ ان کے پاس تازہ مسواک تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس مسواک کی طرف دیکھا۔ میں نے وہ مسواک ان سے لے لی اور اپنے مونھ میں ڈال کر اس کو چبایا اور نرم کر کے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو استعمال کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آخری دنیوی ساعتوں میں اللہ تعالیٰ نے میرا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لعابِ دہن جمع کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میری گود میں انتقال فرمایا، انتقال کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرۂ انور میرے سینے پر تھا۔ (ابنِ اثیر، صفحہ 185، جلد 2، ابن سعد، صفحہ 180، جلد 2، سیر اعلام النبلاء، صفحہ 465، جلد 2، سبل الہدیٰ، صفحہ 261، جلد 12)

حضرت عائشہ کا یہی حجرہ مبارکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آخری آرام گاہ اور قیامت تک کے لئے جن وانس اور فرشتوں کی زیارت گاہ بن گیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے جو بہت زیادہ محبت تھی اس کی وجہ حسن وجمال نہ تھا بلکہ ان کی دین داری اور باطنی فضل وکمال تھا۔نگاہ نبوت سے یہ بات پوشیدہ نہ تھی کہ اُن کی ذات سراپا فیض وبرکت بنے گی اور اُمت کو ایک تہائی دین اُن کے ذریعے سے ملے گا۔

فضائل ومناقب

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ﴿۳۳﴾ (احزاب)	اللہ تعالیٰ تو یہی چاہتا ہے کہ نبی کے گھر والو! تم سے ہر ناپاکی کو دور فرمادے اور تمہیں پاک کرکے خوب ستھرا کردے۔

اس آیت کے سیاق وسباق پر نظر کی جائے تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ اہلِ بیت سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواجِ مطہرات ہیں کیوں کہ اس آیت سے پہلے **يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ** خطاب صریح طور پر موجود ہے اور ''بُیُوت'' کی نسبت بھی انہیں کی طرف کی گئی ہے، چناں چہ آیت ہذا سے پہلے فرمایا: **وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ** اور آیت ہذا کے بعد فرمایا: **وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ**۔

نیز سورۂ ہود میں فرشتوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی حضرت سارہ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ (ہود:73)

سورۂ طلاق میں مطلقہ عورت کے متعلق فرمایا: **لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْ بُيُوْتِهِنَّ**۔

سورۂ یوسف میں بھی بیت کی نسبت زلیخا کی طرف کرتے ہوئے فرمایا:

وَرَاوَدَتْهُ الَّتِيْ هُوَ فِيْ بَيْتِهَا۔

ثابت ہوا کہ ازواج مطہرات یقیناً اہل بیت ہیں اور یہ بھی یقیناً حق ہے کہ حضرت سیدہ

فاطمہ، حضرت علی، حضرت حسن، حضرت حسین اور دوسرے اقارب مثل حضرت عباس و جعفر حمزہ رضی اللہ عنہم سب اہلِ بیت میں داخل ہیں مگر ازواج مطہرات بدرجہ اولیٰ ہیں۔

یہاں تطہیر سے مراد قلبی صفائی، اخلاقی ستھرائی اور تزکیۂ ظاہر و باطن کا وہ اعلیٰ درجہ ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے پیارے بندوں کو عطا فرماتا ہے۔

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ (الاحزاب:32)

اے نبی کی بیویو تم دوسری عورتوں جیسی نہیں ہو۔

یعنی تمہارا مقام و مرتبہ عام عورتوں کی طرح نہیں کیوں کہ تمہیں سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجیت کے لئے منتخب فرمایا گیا ہے۔ فرمایا:

وَ مَنْ يَّقْنُتْ مِنْكُنَّ لِلّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ تَعْمَلْ صَالِحًا نُّؤْتِهَآ اَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ ۙ وَ اَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقًا كَرِيْمًا ﴿۳۱﴾ (الاحزاب)

(اے نبی کی بیویو) تم میں سے جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے اور نیک عمل کرے ہم اس کو دوگنا اجر و ثواب دیں گے اور تیار کی ہے ہم نے اس کے واسطے عزت کی روزی۔

ازواج کو اعمالِ صالحہ پر دُگنا اجر و ثواب ملنا ان کی عظمت و شان کی روشن دلیل ہے يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ: فرمایا۔

اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَالْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثٰتِ ۚ وَالطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ ۚ (النور:26)

گندی عورتیں گندے مردوں کے واسطے اور گندے مرد گندی عورتوں کے واسطے اور پاک مرد پاک عورتوں کے واسطے اور پاک عورتیں پاک مردوں کے واسطے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طیبین کے سردار ہیں اور آپ کی ازواجِ مطہرات طیبات کی سردار ہیں اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبوب اور افضل ترین بیوی ہونے کی حیثیت سے ان

مراتب و خصوصیات کی سب سے زیادہ مستحق ہیں کیوں کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے واسطے پسند فرمایا، چناں چہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔

لَمَّا تُوُفِّيَتْ خَدِيْجَةُ نَزَلَ جِبْرِيْلُ بِصُوْرَةِ عَائِشَةَ فِيْ سَرَقَةِ حَرِيْرٍ خَضْرَاءَ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ هٰذِهٖ زَوْجَتُكَ فِي الدُّنْيَا وَزَوْجَتُكَ فِي الْاٰخِرَةِ۔

(کنزالعمال: 34360، مستدرک: 6727، سبل الہدیٰ، صفحہ 165، جلد 11)

کہ جب (حضرت) خدیجہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوگیا تو جبریل سبز رنگ کے ریشمی کپڑے میں عائشہ کی صورت کے ساتھ آئے اور کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) یہ دنیا اور آخرت میں آپ کی بیوی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا:

اَمَا تَرْضَيْنَ اَنْ تَكُوْنِيْ زَوْجَتِيْ فِي الدُّنْيَا وَالآخِرَةَ۔

(کنزالعمال: 34363، مستدرک: 6729، سبل الہدیٰ، صفحہ 168، جلد 11)

کیا تو اس پر راضی نہیں ہے کہ تو دنیا و آخرت میں میری بیوی ہے۔

اور جنت میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقام سب سے بلند اور سب سے اعلیٰ ہوگا اور یقیناً حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اسی مقام میں آپ کے ساتھ ہوں گی۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

كَمُلَ مِنَ الرِّجَالِ كَثِيْرٌ وَّلَمْ يَكْمُلْ مِنَ النِّسَاءِ اِلَّا مَرْيَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ وَاٰسِيَةُ اِمْرَأَةُ فِرْعَوْنَ وَفَضْلُ عَائِشَةَ عَلَى النِّسَاءِ كَفَضْلِ الثَّرِيْدِ عَلٰى سَائِرِ الطَّعَامِ

(بخاری شریف: 5418، ابوداؤد طیالسی: 506، سیر اعلام النبلاء، صفحہ 145، جلد 2، سبل الہدیٰ، صفحہ 176، جلد 11، کنزالعمال: 34368، درمنثور ص 194 ج 2)

مردوں میں تو بہت سے کامل گزرے لیکن عورتوں میں مریم بنت عمران اور آسیہ زوجۂ فرعون کے سوا کوئی کامل نہ ہوئی اور عائشہ کو تمام عورتوں پر ایسی فضیلت ہے جیسی ثرید کو تمام کھانوں پر۔

ف ! ثرید ایک عربی کھانا ہے جو روٹی کو شوربے میں بھگو کر تیار کیا جاتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ظاہری زمانے میں ثرید عربوں میں بہت اعلیٰ غذا سمجھی جاتی تھی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ جب منافقین نے اُن کی عزت و آبرو پر ناپاک حملہ کیا اور ان پر تہمت لگائی تو اللہ تعالیٰ نے اُن کی پاک دامنی کی شہادت دی اور تہمت لگانے والوں کو دنیا و آخرت میں ملعون قرار دے کر ان کو دردناک عذاب کی وعید سنائی۔

حالاں کہ جب نبی اللہ حضرت یوسف علیہ السلام پر تہمت لگائی تھی تو اللہ تعالیٰ نے ایک بچے سے ان کی پاک دامنی کی شہادت دلوائی اور حضرت مریم صدیقہ پر تہمت لگی تھی تو اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے جو اس وقت گود کے بچے تھے، شہادت دلوائی۔ حضرت جریج عابد و زاہد پر تہمت لگی تو اللہ تعالیٰ نے چرواہے کے چند دنوں کے بچے سے شہادت دلوائی تھی، لیکن یہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی شان ہے کہ اللہ تعالیٰ خود شہادت دے کر ان کی عظمت و شان کو بڑھاتا اور واضح کرتا ہے۔ حالاں کہ اللہ تعالیٰ چاہتا تو درختوں کے پتے، زمین کی ریت کے ذرے، سمندر کے پانی کے قطرے اور جانور بھی شہادت دیتے، مگر یہ محبوب کی محبوبہ، صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہا کی بیٹی، صدیقۃ الکبریٰ کی عزت و آبرو کا مسئلہ تھا، بلکہ در پردہ اس کے محبوب کی عزت و ناموس کا مسئلہ تھا، یہاں احکم الحاکمین، خالق السمٰوات والارض خود شہادت دیتا ہے۔

اسی طرح ایک سفر میں حضرت عائشہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھیں کہ رات کے وقت ان کا ہار ٹوٹ کر کہیں گر گیا، انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خبر دی۔ آپ نے ایک آدمی اس ہار کے ڈھونڈنے کا کہا اور خود حضرت عائشہ کے زانو پر سرِ انور رکھ کر آرام فرمانے لگے۔ صبح قریب تھی اور وہاں پانی مطلقاً نہ تھا، جب نماز کا وقت قریب ہو گیا تو لوگ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور کہا کہ آپ رضی اللہ عنہ دیکھتے نہیں کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ساری فوج کو کس مصیبت میں ڈال رکھا ہے۔ یہ سن کر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سیدھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس

پہنچے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُن کے زانو پر سرِ مبارک رکھ کر آرام فرما رہے تھے، انہوں نے غصے سے حضرت عائشہ کے پہلو میں کئی کونچے دیئے اور کہا تمہاری وجہ سے ایک نئی مصیبت سب پر آپڑی ہے۔ چوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے زانو پر آرام فرما رہے تھے، انہوں نے جنبش تک نہ کی کہ کہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آرام میں خلل نہ واقع ہو جائے۔ کچھ دیر بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیدار ہوئے، صحابہ رضی اللہ عنہم سخت بے چین تھے کہ وضو کہاں سے کریں، اسی وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُوْرًا ﴿۴۳﴾ (نساء)

اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو حاجتِ ضروری سے فارغ ہوئے یا عورتوں سے مقاربت کی ہو تو تم پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی کا قصد کرو اور اس سے اپنے مونھ اور ہاتھوں پر مسح کرلو بے شک اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا بخشنے والا ہے۔

آیت کے نزول پر وہی صحابہ رضی اللہ عنہم جو سخت بے چین اور پریشان تھے خوشی و مسرت سے اپنی ماں کو دعا دینے لگے۔ حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

مَاهِيَ بِاَوَّلِ بَرَكَتِكُمْ يَا اٰلَ اَبِيْ بَكْرٍ

(بخاری 3672، سیر اعلام النبلاء، صفحہ 170، جلد 2)

اے آلِ ابوبکر! یہ تمہاری پہلی ہی برکت نہیں ہے۔

دوسری روایت میں ہے کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا:

جَزَاكِ اللّٰهُ خَيْرًا فَوَاللّٰهِ مَا نَزَلَ بِكِ اَمْرٌ تَكْرَهِيْنَهٗ اِلَّا جَعَلَ اللّٰهُ ذَالِكِ لَكِ وَلِلْمُسْلِمِيْنَ فِيْهِ خَيْرًا

(بخاری 336، سیرۃ حلبیہ ص 414، ج 2)

اے صدیقہ! اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے، خدا کی قسم جب بھی آپ پر کوئی ایسا امر پیش آتا ہے جو آپ کو ناگوار گزرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس میں آپ کے اور

مسلمانوں کے لئے بہتری فرما دیتا ہے۔

حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ جو پہلے اتنے ناراض تھے کہ غصے سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پہلو میں کئی کونچے دیئے تھے، اب فخر کے ساتھ بیٹی سے فرما رہے تھے: انك لمبارکة بلاشبہ تو بہت مبارک ہے۔ (طبرانی کبیر، 130، سیر اعلام النبلاء، صفحہ 171، جلد 2، مواھب الدنیہ، صفحہ 281، جلد 1، سیرت حلبیہ، صفحہ 413، جلد 2، زرقانی، صفحہ 14، جلد 3، تاریخ الخمیس، صفحہ 473، جلد 1، سبل الھدیٰ والرشاد، صفحہ 61، جلد 12)

ابنِ ابی ملیکہ کی روایت میں ہے کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مَا کَانَ اَعْظَمُ بَرْکَةَ قَلَادَتِکِ اے صدیقہ! تمہارے ہار کی کیسی عظیم الشان برکت ہے کہ مسلمان تمہارے صدقے میں سفر، بیماری اور مجبوری کی حالتوں میں تیمم سے طہارت حاصل کرتے رہیں گے۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کہا۔ اُم المؤمنین:

وَکَانَ ذَالِکَ بِسَبَبِکِ وَبَرْکَتِکِ مَا اَنْزَلَ اللهُ تَعَالٰی لِهٰذِهِ الْاُمَّةِ مِنَ الرُّخْصَةِ (حلیۃ الاولیاء، صفحہ 45، جلد 2، ابن سعد، صفحہ 75، جلد 8، سیر اعلام النبلا، ص 180، ج 2)

اللہ تعالیٰ نے تمہارے سبب اور تمہاری برکت سے اُمت کو یہ (تیمم کی) رخصت عنایت فرمائی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرمایا کرتی تھیں کہ خدا کی قسم میں فخر سے نہیں کہتی بلکہ تحدیثِ نعمت کے طور پر کہتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو دس باتیں ایسی عطا فرمائی ہیں جو کسی اور کو نہیں ملیں۔

جَاءَ الْمَلَكُ بِصُوْرَتِیْ اِلٰی رَسُوْلِ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فَتَزَوَّجَنِیْ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وَاَنَا ابْنَةُ سَبْعِ سِنِیْنَ وَاُهْدِیْتُ اِلَیْهِ وَاَنَا ابْنَةُ تِسْعَ سِنِیْنَ وَ تَزَوَّجَنِیْ بِکْرًا وَلَمْ یَکُنْ فِیْ اَحَدٍ مِّنَ النَّاسِ وَکَانَ یَاتِیْهِ

فرشتہ میری صورت لے کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آیا۔ جب میں سات برس کی تھی تو آپ نے مجھ سے نکاح کیا اور نو برس کی عمر میں رخصتی ہوئی۔ میرے سوا آپ کی کوئی بیوی کنواری نہ تھی۔

الْوَحْیُ وَاَنَا وَھُوَ فِیْ لِحَافٍ وَاحِدٍ وَکُنْتُ مِنْ اَحَبِّ النَّاسِ اِلَیْهِ وَنَزَلَ فِیَّ اٰیَاتٌ مِنَ الْقُرْاٰنِ کَادَتِ الْاُمَّةُ تَهْلِكُ فِیْهَا وَرَاَیْتُ جِبْرِیْلَ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ وَلَمْ یَرَهٗ اَحَدٌ مِنْ نِّسَائِهٖ غَیْرِیْ وَقُبِضَ فِیْ بَیْتِیْ لَمْ یَلِهٖ اَحَدٌ غَیْرُ الْمَلَكِ اِلَّا اَنَّا وَفِیْ الطَّبَقَاتِ لِا بْنِ سَعْدٍ وَمَاتَ فِی اللَّیْلَةِ الَّتِی کَانَ یَدُ وْرُعَلَیَّ فِیْهَاوَدُفِنَ فِیْ بَیْتِیْ۔

(المستدرک 6730، ابن سعد صفحہ 63، جلد 8، سیر اعلام النبلاء، صفحہ 141، جلد 2، سبل الھدیٰ والرشاد، صفحہ 178، جلد 11)

جب میں اور آپ ایک ہی لحاف میں ہوتے تب بھی وحی آتی۔ میں آپ کو سب سے زیادہ پیاری تھی، میری شان میں قرآن کی آیتیں نازل ہوئیں جب کہ لوگ اس (آزمائش) میں ہلاکت کے قریب تھے۔ میں نے جبریل علیہ السلام کو اپنی آنکھوں سے دیکھا اور میرے سوا آپ کی کسی اور بیوی نے اُن کو نہیں دیکھا۔ آپ نے میرے گھر میں میری گود میں وفات پائی جب کہ میرے اور فرشتے کے سوا اور کوئی قریب تر نہ تھا۔ اور طبقات ابنِ سعد میں ہے کہ آپ کا وصال اس رات ہوا جو میری باری کی رات تھی اور آپ میرے گھر ہی میں دفن ہوئے۔

باوجود اس کے اللہ تعالیٰ نے آپ کو بڑا درجہ اور مرتبہ عطا فرمایا تھا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبوبیت سے نوازا تھا مگر آپ کی عاجزی وانکساری کا یہ عالم تھا کہ جب کوئی مونھ پر آپ کی تعریف کرتا تو آپ رضی اللہ عنہ اس کو پسند نہیں کرتی تھیں۔

ایک مرتبہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کی تعریف کی سن کر فرمایا: کاش! میں پیدا ہی نہ ہوئی ہوتی۔

کبھی فرماتیں اے کاش! میں پتھر ہوتی۔ اے کاش! میں کسی جنگل کی جڑی بوٹی ہوتی

(ابنِ سعد، صفحہ 59، جلد 8، سیر اعلام النبلاء، صفحہ 179، جلد 2)

اسی طرح ایک دن سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے آپ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میں تم سے افضل ہوں اس لئے کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا جگر پارہ ہوں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا، دنیا میں ایسا ہی

ہے جیسا کہ تم کہہ رہی ہو اور آخرت میں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بحیثیت زوجہ کے ہوں گی، ایک تو دائمی معیت دوسرے وہی درجہ جس میں آپ ہوں گے، یہ دونوں باتیں مجھے حاصل ہوں گی جو تمہیں حاصل نہ ہوں گی، کیوں کہ تم علی کے ساتھ ہوگی اور جنت میں برتر ہونا دلیلِ افضلیت ہے۔ یہ سُن کر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا چُپ ہوگئیں۔

فَقَامَتْ عَائِشَةُ وَقَبَّلَتْ رَأْسَهَا وَقَالَتْ يَالَيْتَنِيْ شَعْرَةً مِنْ رَأْسِكِ۔
(نزہۃ المجالس، صفحہ 176، جلد 2)

تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کھڑی ہوگئیں اور سیدہ کے سر کو چوم کر کہنے لگیں، اے کاش! میں تمہارے سر کا ایک بال ہوتی۔

علم و فضل

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

مَا اَشْكَلَ عَلَيْنَا اَصْحَابَ مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حَدِيْثٌ قَطُّ فَسَأَلْنَا عَائِشَةَ اِلَّا وَجَدْنَا عِنْدَهَا مِنْهُ عِلْمًا۔
(ترمذی مناقب عائشہ: 3883، سیر اعلام النبلاء، صفحہ 179، جلد 2، سبل الھدیٰ والرشاد، صفحہ 179، جلد 11)

ہم اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کبھی کوئی ایسی مشکل بات پیش نہیں آئی جس کو ہم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا ہو مگر ان کے پاس اس کا علم نہ پایا ہو۔

امام زُہری جو تابعین کے امام و پیشوا تھے، جنھوں نے بڑے بڑے صحابہ رضی اللہ عنہم کی آغوش میں تعلیم وتربیت پائی تھی، فرماتے ہیں:

كَانَتْ عَائِشَةُ اَعْلَمَ النَّاسِ يَسْئَلُهَا الْاَكَابِرَ مِنْ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
(طبقات ابن سعد ص 286 ج 2، سیر اعلام النبلاء، صفحہ 182، جلد 2)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تمام لوگوں میں سب سے زیادہ علم والی تھیں۔ بڑے بڑے صحابہ رضی اللہ عنہم ان سے پوچھا کرتے تھے۔

یہی امام زہری فرماتے ہیں:

لَو جُمِعَ عِلْمُ النَّاسِ كُلُّهُمْ ثُمَّ عِلْمُ

اگر تم لوگوں اور ازواج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا

اَزْوَاجَ النَّبِيِ ﷺ لَكَانَتْ عَائِشَةُ اَوْسَعَهُمْ عِلْمًا

علم ایک جگہ جمع کیا جاتا تو حضرت عائشہ کا علم ان سب سے بڑھ جاتا۔

(مستدرک حاکم: 6734، سیر اعلام النبلاء، صفحہ 185، جلد 2، سبل الھدیٰ والرشاد، صفحہ 180، جلد 11، عیون الاثر، ص 369 ج 2)

حضرت امام قاسم رضی اللہ عنہ جو صحابہ رضی اللہ عنہم کے بعد مدینہ منورہ کے سات مشہور اہلِ علم تابعین میں سے ہیں، فرماتے ہیں:

كَانَتْ عَائِشَةُ قَدِ اسْتَقَلَّتْ بِالْفَتْوٰى فِيْ خِلَافَةِ اَبِيْ بَكْرٍ وَّعُمَرَ وَعُثْمَانَ وَهَلُمَّ جَرًّا اِلٰى اَنْ مَاتَتْ يَرْحَمُهَا اللهُ

(ابن سعد، صفحہ 375، جلد 2، سبل الھدیٰ والرشاد، صفحہ 180، جلد 11)

حضرت عائشہ حضرت ابو بکر کے زمانۂ خلافت ہی میں مستقل طور پر افتا کا منصب حاصل کر چکی تھیں۔ حضرت عمر، حضرت عثمان اور ان کے بعد آخر زندگی تک وہ برابر فتویٰ دیتی رہیں۔

كَانَتْ عَائِشَةُ تُفْتِيْ فِيْ عَهْدِ عُمَرَ وَعُثْمَانَ بَعْدَهٗ يُرْسِلَانِ اِلَيْهَا فَيَسْاَلَانِهَا عَنِ السُّنَنِ (ابن سعد، صفحہ 375، جلد 2)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں فتویٰ دیا کرتی تھیں اور یہ دونوں حضرات ان سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنتوں کے متعلق پوچھوایا کرتے تھے۔

حضرت عطا ابن ابی الرباح تابعی جن کو متعدد صحابہ کے تلمذ کا شرف حاصل ہے، فرماتے ہیں۔

كَانَتْ عَائِشَةُ اَفْقَهَ النَّاسِ وَاَعْلَمَ النَّاسِ وَاَحْسَنَ النَّاسِ رَاْيًا فِي الْعَامَّةِ

(المستدرک: 6748، الاستیعاب، صفحہ 765، جلد 2، سبل الھدیٰ، صفحہ 180، جلد 11، سیر اعلام النبلاء، صفحہ 185، جلد 2، عیون الاثر،

حضرت عائشہ سب سے زیادہ سمجھنے والی سب سے زیادہ علم والی اور لوگوں میں سب سے زیادہ اچھی رائے والی تھیں۔

ص369، ج2)

حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

مَا رَاَیْتُ اَحَدًا اَعْلَمَ بِسُنَنِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وَلَا اَفْقَہَ فِیْ رَأیٍ اِنِ احْتِیْجَ اِلٰی رَأیِہٖ وَلَا اَعْلَمَ بِآیَۃٍ فِیْمَا نَزَلَتْ وَلَا فَرِیْضَۃٍ مِنْ عَائِشَۃَ۔

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنتوں کو سب سے زیادہ جاننے والا اور رائے میں اگر اس کی ضرورت پڑے، ان سے زیادہ باسمجھ اور آیتوں کے شانِ نزول اور فرائض کے مسائل کا زیادہ جاننے والا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر کسی کو نہ دیکھا۔

(طبقات ابن سعد، صفحہ 375، جلد 2)

حضرت عروہ بن زبیر فرماتے ہیں:

مَا رَاَیْتُ اَحَدًا اَعْلَمَ بِالْحَلَالِ وَالْحَرَامِ وَالْعِلْمِ وَالشِّعْرِ وَالطِّبِّ مِنْ عَائِشَۃَ اُمِّ الْمُؤْمِنِیْنَ۔

میں نے حلال و حرام اور علم اور شاعری اور طب میں اُمّ المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر کسی کو نہیں دیکھا۔

(مستدرک: 6733، حلیۃ الاولیاء، صفحہ 49، جلد 2، سبل الہدیٰ، صفحہ 179، جلد 11، عیون الاثر، ص369، ج2)

حضرت موسیٰ بن طلحہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

مَا رَأَیْتُ اَحَدًا اَفْصَحَ مِنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا

میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ خوش کلام کسی کو نہیں دیکھا۔

(مستدرک حاکم: 6735، ترمذی باب المناقب: 3884، سیر اعلام النبلاء، ص191 ج2)

حضرت احنف بن قیس فرماتے ہیں:

مَا سَمِعْتُ الْکَلَامَ مِنْ فَمِ مَخْلُوْقٍ اَفْخَمَ وَلَا اَحْسَنَ مِنْہُ مِنْ فِیْ عَائِشَۃَ

میں نے کسی مخلوق کے مونھ کی بات حسن بیان اور متانت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

رَضِیَ اللہ عَنْہَا۔
(المستدرک:6732، سیر اعلام النبلاء، صفحہ 191، جلد2)

کے مونھ کی بات سے عمدہ اور بہتر نہیں سنی۔

بلا شبہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا علم و فضل میں نہ صرف عورتوں بلکہ مردوں میں بھی ممتاز تھیں۔ کتاب اللہ و سنتِ رسول اللہ اور فقہ و احکام شریعت میں اُن کا مرتبہ بہت بلند ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ معلم شریعت خود گھر میں تھے۔ شب و روز ان کی صحبت میسر تھی۔ روزانہ مسجدِ نبوی میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم و ارشاد کی مجلس منعقد ہوتی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا حجرہ مسجد کے ساتھ تھا وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات کو نہایت غور سے سنتیں۔ اگر کبھی کوئی بات سمجھ میں نہ آتی تو جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر میں تشریف لاتے تو دوبارہ سے پوچھ کر تشفی کر لیتیں۔ ہمیشہ مسائل دریافت کرتی رہتی تھیں اور بعض مرتبہ بعض مسائل میں بحث بھی کرتی تھیں اور جب تک تسلی نہ ہو جاتی چھوڑتی نہیں تھیں۔ بحث و مباحثہ میں بے تکلفی ہوتی مگر سیدہ ہرگز حدِ ادب تجاوز نہ کرتیں۔ ان کا بحث کرنا گستاخی میں داخل نہیں وہ اگر مباحثہ نہ کرتیں تو اُمتِ محمدیہ بہت سے اسرار اور مسائل سے نا آشنا رہتی۔

حقیقت یہ ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا پوری اُمت پر اور خصوصاً مسلمان خواتین پر بہت بڑا احسان ہے کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات و ہدایات اور ارشادات کو صحیح صورت میں اُمت کے سامنے پیش کیا اور سینکڑوں مسائل جن میں طرح طرح کے شکوک و شبہات پیدا ہوتے تھے، اُن کی تشریح و توضیح فرما کر صاف کر دیا۔ ان کی علمی و دینی خدمات کو سامنے رکھا جائے تو بلا شبہ عورتوں میں کوئی بھی اُن کی ہم پایہ و ہم مرتبہ نظر نہیں آتی۔(1)

عورتوں کے بعض پردے کے مسائل جن کی تفصیل نہ تو عورتیں بوجہ شرم و حیا کے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھ سکتی تھیں اور نہ آپ ان کے سامنے برملا بیان فرماتے تھے، وہ سب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ذریعے ہی خواتین اُمت کو معلوم ہوئے۔

1۔ اس کی تفصیل "سیرت عائشہ صدیقہ" مصنفہ سید سلیمان ندوی میں دیکھیں۔

عبادت اور سخاوت

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کثرت سے عبادت کرتی تھیں۔ ہمیشہ روزہ رکھتیں (ابنِ سعد صفحہ 68، جلد 8) ہر سال حج کرتیں۔ بہت زیادہ سخی اور فیاض تھیں۔ حضرت عروہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

لَقَدْ رَأَيْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهَا تَقْسِمُ سَبْعِيْنَ اَلْفًا وَاِنَّهَا لَتَرْقَعُ جَيْبَ دِرْعِهَا

(سیر اعلام النبلاء، صفحہ 187، جلد 2، حلیۃ الاولیاء ابو نعیم، صفحہ 47، جلد 2، طبقات ابن سعد، صفحہ 53، جلد 8)

بے شک میں نے دیکھا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ستر ہزار کی رقم راہِ خدا تعالیٰ میں تقسیم کردی، حالاں کہ وہ خود اپنی قمیص کی جیب میں پیوند لگاتی تھیں۔

ان ہی سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے رہنے کا مکان ایک لاکھ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ فروخت کیا۔

اَنَّ مَعَاوِيَةَ بَعَثَ اِلٰى عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهَا بِمِأَةِ اَلْفٍ فَوَاللهِ مَا غَابَتِ الشَّمْسُ عَنْ ذَالِكَ الْيَوْمَ حَتّٰى فَرَّقَتْهَا قَالَتْ مَوْلَاةٌ لَّهَا لَوِ اشْتَرَيْتِ لَنَا مِنْ هٰذِهِ الدَّرَاهِمِ بِدِرْهَمٍ لَحمًا فَقَالَتْ لَوْ قُلْتِ قَبْلَ اَنْ اُفَرِّقَهَا لَفَعَلْتُ۔

(حلیۃ الاولیاء، صفحہ 49، جلد 2، سیر اعلام النبلاء، صفحہ 187، جلد 2،)

تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ایک لاکھ درہم بھیجے، خدا کی قسم! اسی دن شام ہونے سے پہلے پہلے آپ نے سب محتاجوں میں تقسیم کر دیئے، لونڈی نے عرض کیا، اگر آپ ان درہموں میں سے ایک درہم کا ہمارے لئے گوشت خرید لیتیں؟ فرمایا اگر تو پہلے کہتی تو میں ضرور ایک درہم رکھ لیتی۔

حضرت اُمّ ذرہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ کسی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں دو تھیلیاں بھیجیں جن میں ایک لاکھ درہم تھے، آپ رضی اللہ عنہا نے ان کو ایک طبق میں رکھ لیا اور آپ رضی اللہ عنہا اس دن روزے سے تھیں۔

فَجَلَسَتْ تَقْسِمُ بَيْنَ النَّاسِ فَأَمْسَتْ وَمَا عِنْدَهَا مِنْ ذَالِكَ دِرْهَمٌ فَلَمَّا اَمْسَتْ قَالَتْ يَا جَارِيَةُ هَلُمِّيْ فِطْرِيْ فَجَاءَتْهَا بِخُبْزٍ وَزَيْتٍ فَقَالَتْ لَهَا اُمِّ ذَرَّةَ أَمَا اسْتَطَعْتِ مِمَّا قَسَمْتِ الْيَوْمَ اَنْ تَشْتَرِيَ لَنَا لَحْمًا بِدِرْهَمٍ نُفْطِرُ عَلَيْهِ قَالَتْ لَا تُعَنِّفِيْنِيْ لَوْ كُنْتِ ذَكَّرْتِنِيْ لَفَعَلْتُ۔

(حلیۃ الاولیاء، صفحہ 47، جلد 2، سبل الہدیٰ والرشاد، صفحہ 181، جلد 11، سیر اعلام النبلاء، صفحہ 187، جلد 2)

پس آپ رضی اللہ عنہا نے اُن کو تقسیم کرنا شروع کر دیا شام کے وقت آپ رضی اللہ عنہا کے پاس ان درہموں میں سے ایک بھی نہ تھا پھر فرمایا میرے لئے افطاری لاؤ۔ میں روٹی اور زیتون کا تیل لے کر گئی اور کہا اُم المؤمنین رضی اللہ عنہا! کیا آپ رضی اللہ عنہا ان درہموں میں سے تھوڑا سا گوشت افطار کے لئے نہیں منگوا سکتی تھیں؟ فرمایا اب کچھ نہ کہو۔ اگر اُس وقت یاد دلاتیں تو میں ضرور منگوا لیتی۔

حضرت عبد الرحمٰن بن قاسم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک ٹوکری انگوروں کی ہدیۃً آ گئی۔ لونڈی نے آپ رضی اللہ عنہا سے چھپا کر ان انگوروں میں کچھ الگ رکھ لئے، آپ رضی اللہ عنہا نے وہ سب انگور لوگوں میں تقسیم کر دیئے۔ رات کے وقت لونڈی نے وہی انگور آپ رضی اللہ عنہا کے آگے رکھے۔ آپ نے فرمایا: یہ کیا؟ لونڈی نے عرض کیا کہ میں نے آپ رضی اللہ عنہا کو بتائے بغیر ان میں کچھ الگ رکھ لئے تھے۔ فرمایا:

وَاللّٰهِ لَا اَكَلْتُ مِنْهُ شَيْئًا۔

(حلیۃ الاولیاء، صفحہ 48، جلد 2)

خدا کی قسم! میں ان میں سے ایک دانہ بھی نہیں کھاؤں گا۔

ایک دن حسبِ معمول روزے سے تھیں اور گھر میں ایک روٹی کے سوا کچھ نہ تھا کہ ایک مسکین نے دروازے پر آ کر سوال کیا۔ لونڈی سے فرمایا وہ روٹی اس سائل کو دے دو؟ لونڈی نے عرض کیا، شام کو افطاری کس چیز سے کریں گی! فرمایا تم یہ تو ابھی دے دو؟ لونڈی نے وہ روٹی سائل کو دے دی۔ شام ہوئی تو کسی نے بکری کا پکا ہوا گوشت ہدیۃً بھیجا۔ لونڈی سے فرمایا:

كُلِيْ مِنْ هٰذَا خَيْرٌ مِنْ قُرْصِكِ۔ لو اس میں سے کھاؤ، یہ تمہاری روٹی سے بہتر (اللہ تعالیٰ نے بھیج دیا) ہے۔

(مؤطا امام مالک:3655)

آپ رضی اللہ عنہا کے آزاد کیے ہوئے غلاموں کی تعداد 67 ہے۔ دل میں بہت زیادہ خوف اور خشیت الٰہی تھی۔ نہایت رقیق القلب اور بہت رحم دل تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کی وفات سہ شنبہ 17 رمضان المبارک 58ھ میں نمازِ وتر کے بعد رات کے وقت ہوئی آپ رضی اللہ عنہا نے وصیت فرمائی تھی کہ مجھے رات ہی کو دفن کر دینا، صبح کا انتظار نہ کرنا۔ آپ رضی اللہ عنہا کے جنازے میں اتنا ہجوم تھا کہ اہلِ مدینہ فرماتے ہیں کہ اس سے پہلے رات کے وقت اتنا مجمع کبھی نہیں دیکھا گیا۔ نمازِ جنازہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے پڑھائی۔ جب جنت البقیع میں آپ رضی اللہ عنہا کو دفن کیا گیا تو عورتوں اور مردوں کا اس قدر ازدحام تھا کہ گویا روزِ عید کا ہجوم ہے لوگ زار و قطار روتے تھے گویا قیامت برپا تھی۔ حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا نے دیکھ کر فرمایا کہ عائشہ کے لئے جنت واجب ہے اس لئے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سب سے پیاری تھیں۔ رضی اللہ عنہا۔

آپ رضی اللہ عنہا کے فضائل و مناقب بے شمار ہیں جن کی ایک جھلک سطورِ بالا میں آپ ملاحظہ فرمائی ہے، یہاں مقصود حضرت سیدہ اور آپ کے فضائل کا تقابل و توازن نہیں ہے، ہم غلام کہاں اس لائق کہ ان مقدس نفوس کے درمیان موازنہ و مقابلہ کریں۔ اگر ایک حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لختِ جگر اور نورِ نظر ہیں تو دوسری دنیا و آخرت میں محبوب ترین بیوی ہیں۔ دونوں ہماری آقا ہیں اور ہم دونوں کے ادنیٰ غلام ہیں، ہمارا مقصود ان کی بارگاہ اقدس میں ہدیۂ عقیدت و محبت پیش کش ہے کہ اگر ہدیہ قبول ہو جائے اور کفش برداروں میں حشر ہو جائے تو زہے نصیب ؎

بر کریماں کارہا دشوار نیست

نیز وہ لوگ جو ان کی بعض اجتہادی خطاؤں کو سامنے رکھ کر ان کی شان میں سخت گستاخیاں اور بے ادبیاں کرتے ہیں ان کو معلوم ہو جائے اور وہ اپنے گریبان میں مونھ ڈال کر دیکھیں اور اپنی حیثیت پر نظر کریں اور یہ سوچ کر باز آجائیں کہ ہمارا مقام کیا ہے اور ہم کیسی کیسی

مقدس ہستیوں کے خلاف زبان وقلم دراز کرتے ہیں۔

از خدا خواہیم توفیق ادب | بے ادب محروم ماند از لطفِ ربّ
بے ادب تنہا نہ خودرا داشت بد | بلکہ آتش در ہمہ آفاق زد

علامہ صفوری شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

قَالَ بَعْضُهُمْ سَمِعْتُ رَجُلًا يَذْكُرُ عَائِشَةَ بِسُوْءٍ فَلَمْ اُنْكِرْ عَلَيْهِ فَرَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَنَامِ فَقَالَ لِمَ لَا تُنْكِرُ عَلٰى مَنْ سَبَّ زَوْجَتِيْ فَقُلْتُ يَارَسُوْلَ اللهِ مَا قَدَرْتُ فَقَالَ كَذَبْتَ وَاَوْمَا اِلٰى عَيْنِيْ بِالسَّبَابَةِ وَالْوُسْطٰى فَاسْتَيْقَظُ وَهُوَ اَعْمٰى

(نزہۃ المجالس، صفحہ 138، جلد 2)

بعض نے کہا کہ میں نے ایک آدمی کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی برائی کرتے ہوئے سنا تو میں نے اس کو نہ روکا۔ پس میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص میری بیوی کو برا کہتا ہے تُو اس کو کیوں نہیں روکتا؟ میں نے عرض کیا یارسول اللہ میں روکنے پر قادر نہیں تھا! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تو غلط کہتا ہے اور میری آنکھوں کی طرف انگشتِ شہادت اور درمیانی انگلی سے اشارہ کیا، پس میں جاگا تو میں اندھا ہو چکا تھا۔

مسلمان خاتون سے

اسلام ہی وہ پہلا دین ہے، جس نے عورت کے حالات درست کر کے اُسے عزت کا مقام بخشا ورنہ اسلام سے پہلے عورت کی حالت نہایت مذموم اور الم ناک تھی۔ اسلام ہی نے تمدن میں عورت کو مساوات کا درجہ دیا ہے۔

اسلام کی تعلیمات کا خلاصہ یہ ہے کہ عورت و مرد ایک ہی خالق کی مخلوق اور ایک ہی صانع کی صنعت کاری کے شاہ کار ہیں۔ ایک ہی مٹی کا خمیر اور ایک ہی باپ کی اولاد ہیں۔ دونوں انسانیت کا جزو یعنی ایک ہی نوع کی دو شاخیں ہیں۔ دونوں کا وجود نسلِ انسانی کی بقا اور افزائش کے لئے ضروری ہے۔ دونوں کی پیدائش اور پرورش و تربیت ایک ہی اصول اور قاعدے کے مطابق ہوئی ہے۔ دونوں پر حقوق اللہ اور حقوق العباد واجب ہیں۔ دونوں کے لئے نیکی و پرہیزگاری اور بدی و بدکاری کی جزا و سزا برابر ہے، علیٰ ہذا القیاس!

اس میں شبہ نہیں کہ ذات اور انسانیت کے اعتبار سے دونوں میں کامل مساوات ہے لیکن جہاں تک صفات، عادات، طبائع، عقول، استعداد اور درجات و مراتب کا تعلق ہے اس میں فطری، خلقی اور طبعی طور پر مساوات و برابری نہیں ہے۔ بعض اُمور میں عورتوں کو مردوں پر فوقیت دی گئی ہے اور بعض میں مردوں کو عورتوں پر فضیلت بخشی گئی ہے تا کہ تناسب اور توازن قائم رہے۔

اگر خالقِ کائنات سب کو ایک جیسی صلاحیت، ایک جیسی قوت، ایک جیسی عقل، ایک جیسا فہم، ایک جیسی استعداد، ایک جیسا حسن و جمال ایک جیسا علم و عمل، ایک جیسا خلق و عادت اور ایک جیسا مال و دولت عطا فرما دیتا اور سب کو ہم درجہ و ہم رتبہ بنا دیتا تو کوئی کسی کا محتاج نہ ہوتا اور نہ کوئی کسی کا کام کرتا تو یہ نظامِ کائنات کس طرح چلتا۔ اس لئے اس نے مختلف افراد کو مختلف صلاحیتیں اور جداگانہ قوتیں بخشتی ہیں تا کہ یہ نظامِ کائنات قائم رہے اور

ہر ایک اپنا اپنا کام کرتا رہے۔

اسی فطری قانون کے مطابق اس نے مرد وعورت کے درمیان مختلف خصوصیات پیدا کیں اورمختلف ذمہ داریاں ان کوسونپیں اور حکم دیا کہ دونوں اپنی اپنی ذمہ داریوں کو پورا کریں۔

اب ظاہر ہے کہ اگر ان دونوں نے ایک دوسرے کے کام اور ذمہ داری میں دخل دیا تو یہ قانونِ فطرت کے خلاف ہوگا۔جس سے نظامِ فطرت درہم برہم ہوجائے گا اور معاشرہ تباہ ہوگا۔

آج کل کے بعض افراد جو اسلامی تعلیمات سے نا آشنا ہیں اور مغربی تہذیب وتمدن کے دل دادہ وشیدائی ہیں، قانونِ فطرت کے خلاف یہ صدا بلند کر رہے ہیں کہ عورت کو ہر میدان میں مردوں کے برابر ہونا چاہئے۔انہی لوگوں کی اس غلط اور تباہ کن تحریک کا نتیجہ ہے کہ آج بعض عورتیں فطرت کے اصولوں کی خلاف ورزی کر رہی ہیں جس سے ایک طرف خود عورت کی مخصوص حیثیت ختم ہورہی ہے اور دوسری طرف معاشرے پر تباہ کن اثر پڑ رہا ہے۔

عورتوں اور مردوں کو یہ یاد رکھنا چاہئے کہ جب قدرت نے ان کو مختلف اغراض و مقاصد کے لئے پیدا کیا ہے تو ان کی بہتری اسی میں ہے کہ جس جس غرض کے لئے انہیں پیدا کیا گیا ہے اور انہیں جو مخصوص اور فطری صلاحیتیں اور قوتیں بخشی گئی ہیں ان کو وہ صرف انہی اغراض ومقاصد کے لئے عمل میں لائیں اور ہر ایک اپنے آپ کو اپنے دائرے میں رکھے اور اس سے آگے نہ بڑھے۔عورت مرد بننے اور مرد عوت بننے کی کوشش نہ کرے یعنی ایک دوسرے کی ذمہ داریوں کو اپنے اوپر لینے کی کوشش نہ کریں ورنہ وہ اپنی فطری اور خلقی صلاحیتوں سے محروم ہوجائیں گے اور اپنی قدرومنزلت کھو بیٹھیں گے۔ایک عورت اور ایک مرد کی سعادت اور بھلائی اسی میں ہے کہ وہ اپنے اپنے دائرے میں رہیں، یعنی عورت عورت رہے اور مرد مرد رہے۔

افسوس! کہ مرد عورت دونوں زندگی کی راہ میں افراط وتفریط کا شکار ہورہے ہیں اور قدرت کی عطا کی ہوئی فضیلتوں اور خصوصیتوں سے ناجائز فائدہ حاصل کرنا چاہ رہے ہیں۔

مسلمان عورت کے لئے دعوتِ فکر

اے مسلمان خاتون!

اللہ تعالیٰ نے تجھے کیا اور کیسا رتبہ عطا کیا ہے، تجھے حسن و جمال، عصمت و عفت، شرم وحیا کے زیور سے آراستہ کیا۔ لیکن آج تو کلبوں اور ہوٹلوں کی زینت بنی ہوئی ہے۔ تجھے بے غیرت اور ہوس پرست لوگوں نے اپنی اغراضِ ملعونہ کی تکمیل کے لئے ایک کھلونا بنا رکھا ہے۔ تجھے کاروباری لوگوں نے اپنی اشیا کے پروپیگنڈے اور فروخت کا اشتہار اور ذریعہ بنا رکھا ہے۔

اے مسلمان خاتون! یہ تیری شرم وحیا کا دامن چاک کرنے والے، تجھے اپنی ہوس کا کھلونا بنانے والے، تجھے کلبوں اور ہوٹلوں کی زینت بنانے والے، تجھے اپنی اشیا کی فروخت کا ذریعہ بنانے والے، تیرے خیر خواہ نہیں بلکہ بدترین دشمن ہیں۔ انہوں نے، تجھ سے تیرا مقام و مرتبہ چھین لیا ہے۔ تجھے عزت کے مقام سے گرا کر ذلت کے گڑھے میں پھینک دیا ہے اور تیری دنیا و آخرت کو تباہ کر دیا ہے۔

اے مسلمان خاتون! تیری عزت، تیری قدر اسی میں ہے کہ تو اللہ تعالیٰ جل شانہ، اور اس کے رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فرماں بردار بن۔ سیدہ فاطمہ زہرا حضرت خدیجۃ الکبریٰ، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہن کی مقدس سیرت کو اپنے لئے مشعلِ راہ بنا، ان کے نقشِ قدم پر چل۔ شرم وحیا کا مجسمہ، عفت و پاک دامنی، علم وعمل کا پیکر بن، فرائض و واجبات کی پابندی کر۔ اسلامی پردہ اختیار کر اور دونوں جہان میں عزت حاصل کر۔

اے مسلمان خاتون! تیرے خالق و مالک اللہ تعالیٰ جل شانہ اور تیرے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تجھے کیا تعلیم دی ہے اسے غور سے دیکھ اور اس پر عمل کر، سن! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَ قُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ　　اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایمان والی بی بیوں سے

اَبْصَارِهِنَّ وَ يَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ (نور:31)

فرما دیجیے کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھا کریں (غیر محرموں کو) نہ دیکھا کریں اور اپنی عصمت (پارسائی) کی حفاظت کیا کریں اور اپنی زینت و آرائش (غیروں پر) ظاہر نہ کیا کریں۔

کیوں کہ غیروں کو دیکھنا اور اپنا حسن، جوانی، زینت ان کو دکھانا فتنہ وفساد کی جڑ ہے۔ فرمایا:

وَ قَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَ لَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى (احزاب:33)

اور اپنے گھروں میں قرار پکڑو اور زمانۂ جاہلیت کی طرح اپنے بناؤ سنگھار کو نہ دکھاتی پھرو۔

یعنی اپنا حسن و جمال زینت و آرائش لوگوں کو نہ دکھاتی پھرو۔ اگر ایسا کرو گی تو لوگوں کی نگاہیں تمہاری طرف اُٹھیں گی اور تمہاری وضع و انداز سے لوگ تمہارے متعلق غلط گمان قائم کریں گے اور ہوس پرست لوگ تمہیں غلط کار سمجھ کر تمہارے پیچھے پڑ جائیں گے۔ چناں چہ فرمایا۔

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَ بَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ؕ (احزاب:59)

اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنی بیویوں اور بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے فرما دیجیے کہ جب وہ گھروں سے باہر نکلا کریں تو وہ اپنے اوپر اپنی بڑی چادروں کو ڈال لیا کریں اس سے یہ ہوگا کہ وہ پہچانی جائیں گی (کہ یہ شریف پردہ دار خواتین ہیں) تو ان کو ستایا نہ جائے گا۔

یعنی جب وہ اپنی زینت و آرائش، حسن و جمال، بناؤ سنگھار وغیرہ کو چھپا کے شرم وحیا کا پیکر بن کر نکلیں گی تو دیکھنے والوں کو معلوم ہوگا کہ یہ شریف گھرانوں کی خواتین ہیں، جن کی عزت کا احترام ہر شریف آدمی کا فرض ہے۔ اس طرح لوگ ان کو ستائیں گے نہیں اور نہ ان کے پیچھے پڑیں گے اور ان کی عزت وعصمت محفوظ رہے گی۔

شریف مردوں اور عورتوں کے اوصاف

اِنَّ الْمُسْلِمِیْنَ وَ الْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْقٰنِتِیْنَ وَالْقٰنِتٰتِ وَالصّٰدِقِیْنَ وَالصّٰدِقٰتِ وَالصّٰبِرِیْنَ وَالصّٰبِرٰتِ وَالْخٰشِعِیْنَ وَالْخٰشِعٰتِ وَالْمُتَصَدِّقِیْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ وَالصَّآئِمِیْنَ وَالصّٰٓئِمٰتِ وَالْحٰفِظِیْنَ فُرُوْجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ وَ الذّٰكِرِیْنَ اللّٰهَ كَثِیْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ ۙ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِیْمًا ﴿۳۵﴾ (الاحزاب)

بے شک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں اور مومن مرد اور مومن عورتیں۔ فرماں برداری کرنے والے مرد اور فرمانبرداری کرنے والی عورتیں۔ سچ بولنے والے مرد اور سچ بولنے والی عورتیں صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں۔ عاجزی کرنے والے مرد اور عاجزی کرنے والی عورتیں صدقہ و خیرات کرنے والے مرد اور صدقہ و خیرات کرنے والی عورتیں۔ روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں اور شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور اپنی پارسائی کی حفاظت کرنے والی عورتیں اور بہت زیادہ اللہ کا ذکر کرنے والے مرد اور اللہ کا ذکر کرنے والی عورتیں، اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے بخشش اور اجرِ عظیم تیار کیا ہے۔

ایک مقام پر فرمایا:

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّ بِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ

مرد عورتوں اور محافظ و نگراں ہیں اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فضیلت دی ہے مردوں

اَمۡوَالِہِمۡ ؕ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلۡغَیۡبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰہُ ؕ (النساء:34)

کوعورتوں پر اور اس لئے بھی کہ مرد اپنا مال ان پر خرچ کرتے ہیں تو نیک عورتیں فرمانبردار ہوتی ہیں اور مردوں کی غیر حاضری میں حفاظت کرنے والی ہوتی ہیں اللہ کی حفاظت سے۔

مولانا اوکاڑوی اکادمی العالمی

ارشاداتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

☆ لَیْسَ مِنْ مَتَاعِ الدُّنْیَا شَیْءٌ اَفْضَلَ مِنَ الْمَرْأَۃِ الصَّالِحَۃِ
(ابن ماجہ شریف، 1855)

دنیا کی نعمتوں میں سے کوئی چیز نیک بیوی سے افضل نہیں ہے۔

☆ خَیْرُ مَتَاعِ الدُّنْیَا اَلْمَرْأَۃُ الصَّالِحَۃُ
(نسائی شریف: 5325)

دنیا کی نعمتوں میں بہترین نعمت نیک بیوی ہے۔

☆ فَاِذَا رَاٰی اَحَدُکُمْ اِمْرَأَۃً فَاَعْجَبَتْہُ فَلْیَأْتِ اَھْلَہٗ فَاِنَّ مَعَھَا مِثْلَ الَّذِیْ مَعَھَا (ترمذی شریف: 1158)

جب تم میں سے کوئی شخص کسی عورت کو دیکھ کر اس کے حسن سے متاثر ہوتو چاہیے کہ وہ اپنی بیوی کے پاس چلا جائے کیوں کہ اس کے پاس بھی وہی کچھ ہے جو اس کے پاس تھا۔

☆ اِذَا بَاتَتِ الْمَرْأَۃُ مُھَاجِرَۃً فِرَاشَ زَوْجِھَا لَعَنَتْھَا الْمَلَآئِکَۃُ حَتّٰی تَرْجِعَ
(بخاری شریف: 5194)

جب عورت اپنے شوہر سے (بلاوجہ) اجتناب کرتے ہوئے الگ رات گزارتی ہے تو فرشتے اس پر لعنت بھیجتے ہیں یہاں تک کہ وہ (خاوند کی طرف) لوٹے۔

☆ لَا تَصُوْمُ الْمَرْأَۃُ وَبَعْلُھَا شَاھِدٌ اِلَّا بِاِذْنِہٖ (بخاری شریف: 5192)

عورت اپنے شوہر کی موجودگی میں اس کی اجازت کے بغیر نفلی روزہ نہ رکھے۔

☆ قَدْ اَذِنَ اللّٰہُ لَکُنَّ اَنْ تَخْرُجْنَ لِحَوَائِجِکُنَّ (بخاری شریف: 5237)

بلاشبہ اللہ نے تمہیں اس بات کی رخصت دی ہے کہ تم اپنی حاجتوں کے واسطے گھر سے نکل سکتی ہو۔

☆ اِذَا خَرَجَتِ الْمَرْأَةُ مِنْ بَيْتِهَا وَزَوجُهَا كَارِهٌ لَعْنَهَا كُلُّ مَلَكٍ فِي السَّمَاءِ وَكُلُّ شَيْءٍ مَرَّتْ عَلَيْهِ غَيْرِ الْجِنّ وَالْاِنْسِ حَتّٰى تَرْجِعَ
(جامع الاحادیث 7406، کنزالعمال 45096)

جب عورت اپنے شوہر کی مرضی کے خلاف گھر سے نکلتی ہے تو آسمان کا ہر فرشتہ اور جن وانس کے سوا ہر وہ چیز جس پر سے وہ گزرتی ہے اس پر لعنت بھیجتی ہے جب تک واپس نہ آجائے۔

☆اَيُّمَا اِمْرَأَ ةٍ اِسْتَعْطَرَتْ فَمَرَّتْ عَلٰى قومٍ لِيَجِدُوْا رِيْحَهَا فَهِيَ زَانِيَةٌ وَكُلَّ عَيْنٍ زَانِيَةٌ (نسائی شریف 9361)

جو عورت خوشبو وغیرہ سے معطر ہو کر لوگوں کے پاس سے گزرتی ہے تاکہ لوگ اس کی خوشبو پائیں وہ زانیہ ہے اور ہر وہ آنکھ جو اس کے دیکھے زنا کار ہے۔

☆ لَا يَحِلُّ لِاِمْرَأَةٍ مُسْلِمَةٍ تُسَافِرُ مَسِيْرَةَ لَيْلَةٍ اِلَّا وَمَعَهَا رُجُلٌ ذُوْحُرْمَةٍ مِّنْهَا (ابوداؤد شریف 1723)

کسی مسلمان عورت کے لئے حلال نہیں کہ وہ بغیر محرم آدمی کے ایک رات کا بھی سفر کرے۔

☆لَا تَلِجُوْا عَلَى الْمُغِيْبَاتِ فَاِنَّ الشَّيْطٰنَ يَجْرِيْ مِنْ اَحَدِكُمْ مَجْرَى الدَّمِ (ترمذی شریف 1172)

ان عورتوں کے پاس نہ جاؤ جن کے شوہر غیر موجود ہیں کیوں کہ شیطان تم میں سے ہر ایک کے اندر خون کی طرح گردش کرتا ہے۔یعنی اس کو بہکاتے دیر نہیں لگتی۔

☆ لَا يَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَأَةٍ اِلَّا كَانَ ثَالِثَهُمَا الشَّيْطٰنُ
(ترمذی شریف 1171)

جب کوئی مرد کسی عورت کے پاس تنہائی میں ہوتا ہے تو تیسرا ان کا شیطان ضرور ہوتا ہے۔

☆ اِيَّاكُمْ وَالدُّخُوْلَ عَلَى النِّسَاءِ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللهِ اَفَرَاَيْتَ الْحَمْوَ قَالَ

خبردار! عورتوں کے پاس زیادہ آمدورفت سے بچو۔ایک شخص نے عرض

اَلْحَمْوُ الْمَوْتُ
(بخاری:5232،مسلم:20-2172)

کیا، یا رسول اللہ دیور اور جیٹھ کے بارے میں کیا ارشاد ہے، فرمایا وہ تو موت ہے۔

یعنی اس کے سامنے ہونا گویا موت کا سامنا ہے کیوں کہ فتنے کا زیادہ احتمال ہے۔اس لیے کہ اکثر دیور اور جیٹھ وغیرہ سے پردہ نہیں ہوتا اور دونوں میں دل لگی اور مذاق وغیرہ بھی ہو جاتا ہے۔

☆ مَنْ مَسَّ كَفَّ اِمْرَأَةٍ لَيْسَ مِنْهَا بِسَبِيْلٍ وُضِعَ عَلٰى كَفِّهٖ جَمْرَةٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ
(فتح القدیر، صفحہ 25، جلد 1)

جو شخص کسی ایسی عورت کے ہاتھ کو چھوئے گا جس کے ساتھ اس کا جائز تعلق نہ ہو۔ قیامت کے دن اس کی ہتھیلی پر انگارہ رکھا جائے گا۔

☆ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاَنْ يُطْعَنَ فِيْ رَأْسِ اَحَدِكُمْ بِمِخْيَطٍ مِّنْ حَدِيْدٍ خَيْرٌ لَّهٗ مِنْ اَنْ يَمَسَّ اِمْرَاَةً لَا تَحِلُّ لَهٗ
(طبرانی:486،بیہقی:5072،کنز العمال: 13065)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کسی کے سر میں لوہے کی سوئی ٹھونک دی جائے یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ ایسی عورت کو چھوئے جو اس کے لئے حلال نہیں۔

آج کل کے گمراہ، بے غیرت اور ہوس پرست مرد و زن جو کفار کی اندھی تقلید کرتے ہوئے آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ غیر محرم ہونے کے باوجود کمر میں ہاتھ ڈالے رقص اور ڈانس وغیرہ کرتے ہیں، وہ بلا شبہ آخرت میں عذابِ الیم کے مستحق ہوں گے۔

حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں اور میمونہ دونوں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تھیں کہ اتنے میں عبداللہ ابنِ مکتوم رضی اللہ عنہ جو نابینا صحابی تھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

☆ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اِحْتَجِبَامِنْہُ فَقُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اَلَیْسَ ھُوَ اَعْمٰی لَا یُبْصِرُنَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اَفَعَمْیَا وَانِ اَنْتُمَا اَلَسْتُمَا تُبْصِرَانِہٖ

(احمد: 26537، ترمذی: 2778، ابوداؤد: 4112)

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم دونوں سے فرمایا کہ ان سے پردہ کرو۔ اُم سلمہ فرماتی ہیں: میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا وہ اندھے نہیں ہیں؟ ہمیں نہیں دیکھیں گے، فرمایا کیا تم بھی اندھی ہو اور کیا تم بھی ان کو نہیں دیکھو گی۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ:

☆ کَانَ الْفَضلُ رَدِیفَ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فَجَائَتْ اِمْرَاۃٌ مِنْ خَثْعَمَ فَجَعَلَ الْفَضْلُ یَنْظُرُ اِلَیْھَا وَتَنْظُرُ اِلَیہِ فَجَعَلَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ؟یَصْرِفُ وَجْہَ الْفَضْلِ اِلَی الشِّقِّ الْاٰخَرِ

(بخاری شریف: 1513، شعب الایمان: 7399)

فضل بن عباس نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے سواری پر سوار تھے۔ ایک عورت قبیلہ خثعم کی آئی۔ حضرت فضل اس عورت کی طرف دیکھتے تھے اور وہ عورت ان کی طرف دیکھتی تھی، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فضل کے چہرے کو دوسری طرف پھیر دیا۔

ان دونوں روایتوں سے ثابت ہوا کہ عورتوں کو مردوں کی طرف اور مردوں کو عورتوں کی طرف دیکھنا جائز نہیں۔

☆ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لَعَنَ اللّٰہُ النَّاظِرَ وَالْمَنْظُوْرَ اِلَیْہِ

(مشکوۃ: 3125، شعب الایمان: 7399)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ کی لعنت ہو دیکھنے والے یعنی جب دیکھنے والا بلا عذر قصداً دیکھے اور دوسرا اپنے کو بلا عذر قصداً دکھائے۔

☆ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لَایَنْظُرُ الرَّجُلُ اِلٰی عورَۃِ الرَّجُلِ وَلَا الْمَرْأَۃُ الی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کوئی مرد دوسرے مرد کے ستر کی جگہ کو نہ دیکھے اور

عَورَةِ الْمَرأَةِ وَلَا یُفضِی الرَّجُلُ اِلَی الرَّجُلِ فِیْ ثَوْبٍ وَّاحِدٍ وَلَا تُفْضِی الْمرأَةُ اِلَی الْمرأَةِ فِیْ الثَّوْبِ الْوَاحِدِ

(مسلم شریف:74-338)

نہ کوئی عورت دوسری عورت کے مقام ستر کو دیکھے اور نہ کوئی مرد دوسرے مرد کے ساتھ ایک کپڑے میں ننگا سوئے اور نہ کوئی عورت دوسری عورت کے ساتھ ایک کپڑے میں ننگی سوئے۔

چناں چہ فرمایا

☆ اَلْعَیْنَانِ تَزْنِیَانِ وَزِنَا هُمَا النَّظَرُ وَالْیَدَانِ تَزْنِیَانِ وَزنَا هُمَا الْبَطْشُ وَالرِّجْلَانِ تَزْنِیَانِ وَزِنَا هُمَا الْمَشْیُ وَزِنَا اللِّسَانِ الْمَنْطِقُ وَالنَّفْسُ تَمَنّٰی وَتَشْتَهِیْ وَالْفرجُ یُصَدِّقُ ذٰالِكَ كُلَّهُ اَوْ یُكَذِّبُهُ

(ابوداؤد:2153، احمد:7526، ابن حبان: 4419، طبرانی کبیر: 8661، بیہقی: 13511، کنز العمال:13048)

آنکھیں زنا کرتی ہیں اور ان کا زنا نظر کرنا ہے۔ ہاتھ زنا کرتے ہیں اور ان کا زنا پکڑنا ہے۔ پاؤں زنا کرتے ہیں، ان کا زنا چل کے جانا ہے۔ زبان کا زنا باتیں کرنا ہے۔ دل کا زنا خواہش کرنا ہے آخر میں شرم گاہ یا تو ان سب کی تصدیق کرتی ہے یا تکذیب۔

☆ نَهٰی رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اَنْ تُكَلَّمَ النِّسَاءُ اِلَّا بِاِذْنِ اَزْوَاجِهِنَّ

(طبرانی صغیر:852، کنز العمال:45057)

کہ رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے کہ عورتوں سے بغیر ان کے شوہروں کی اجازت کے بات چیت کی جائے۔

☆قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ مَنِ اطَّلَعَ فِیْ بَیْتِ قومٍ بِغَیْرِاِذْنِهِمْ فَقَدْ حَلَّ لَهُمْ اَنْ یَّفْقَؤُوا عَیْنَهُ (مسلم شریف:42-2158)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص لوگوں کے گھروں میں ان کی اجازت کے بغیر جھانکے تو بے شک ان لوگوں کو حلال ہے کہ اس شخص کی آنکھ پھوڑ دیں۔

☆ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہ ﷺ: وَنِسَاءٌ كَاسِيَاتٌ عَارِيَاتٌ مُمِيلَاتٌ مَائِلَاتٌ رُءُوسُهُنَّ كَأَسْنِمَةِ الْبُخْتِ الْمَائِلَةِ لَا يَدْخُلْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يَجِدْنَ رِيحَهَا۔

(مسلم شریف:125-2128)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہ عورتیں جو کپڑے پہن کر بھی ننگی ہی رہیں گی اور دوسروں کو اپنے اوپر مائل کرنے والی اور خود بھی دوسروں پر مائل ہونے والی ہوں گی، ان کے سر اونٹوں کے خمدار کوہان کی طرح ہوں گے۔ وہ جنت میں داخل نہ ہوں گی اور نہ اس کی خوشبو پاسکیں گی۔

آج کل کی وہ عورتیں جو باریک کپڑے پہنتی ہیں جن سے بدن جھلکتا ہے یا نیم برہنہ لباس پہنتی ہیں جس سے پورے بازو، سر، گردن، نصف چھاتی اور کمر وغیرہ ننگی رہتی ہے یا اتنا تنگ لباس پہنتی ہیں جس سے جسم کی پوری ساخت نمایاں ہوتی ہے اور جو اپنے سروں کے بالوں کو اونٹوں کے خم دار کوہان کی طرح بناتی ہیں وہ اس فرمانِ رسول اللہ ﷺ سے سبق حاصل کریں اور اپنے بالوں کو اس طرح بنانا چھوڑ دیں اور جہنم کی مستحق نہ ہوں۔

☆ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہ ﷺ لَعَنَ اللّٰہُ الْوَاصِلَةَ وَالْمُسْتَوْصِلَةَ وَالْوَاشِمَةَ وَالْمُسْتَوْشِمَةَ

(بخاری:5933، مسلم:119-2124)

بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اللہ کی لعنت ہو اپنے بالوں میں دوسری چیز کے بال ملانے والی پر اور اس پر جو ملوائے اور گودنے والی اور گودوانے والی پر۔

اس حدیث میں ان عورتوں کو ملعون فرمایا جو بازار وغیرہ سے مصنوعی بال حاصل کر کے اپنے بالوں سے ملا لیتی ہیں اور اپنے بالوں کو بڑا ظاہر کرتی ہیں اور وہ جو گودواتی ہیں یعنی اپنے منہ پر پیشانی میں یا رخساروں یا ٹھوڑی میں یا ہاتھوں میں یا ان سب جگہ (ایک مشین کے ذریعے سے) رنگ بھروا لیتی ہیں جو دائمی طور پر جلد میں قائم ہو جاتا ہے۔

مسلمان خواتین اپنے آقا و مولیٰ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے ارشادِ گرامی سے سبق

حاصل کریں اور لعنت کی مستحق ہونے سے بچیں۔

☆ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ لَعَنَ اللّٰہُ الْمُتَشَبِّھِیْنَ مِنَ الرِّجَالِ بِالنِّسَاءِ وَالْمُتَشَبِّھَاتِ مِنَ النِّسَاءِ بِالرِّجَالِ

(بخاری شریف:5885)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو ان مردوں پر جو عورتوں کی مشابہت بنائیں اور ان عورتوں پر جو مردوں کی مشابہت بنائیں۔

آج کل کی وہ لڑکیاں جو لڑکوں کی اور لڑکے جو لڑکیوں کی مشابہت اختیار کرتے ہیں وہ بلا شک وشبہ اس لعنت کے مورد ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہدایت دے، آمین۔

☆ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ الرَّجُلَ يَلْبِسُ لُبْسَةَ الْمَرْأَةِ وَالْمَرْأَةَ تَلْبَسُ الرَّجُلَ

(ابوداوٗد:4098)

کہ رسول اللہ ﷺ نے اس مرد پر لعنت فرمائی جو عورتوں کا لباس پہنتا ہے اور اس عورت پر لعنت فرمائی جو مردانہ لباس پہنتی ہیں۔ اسی طرح اس عورت پر بھی لعنت فرمائی جو مردانہ جوتا پہنتی ہے۔

اسلامی تعلیم یہ ہے کہ عورت و مرد ایک دوسرے کی وضع اختیار نہ کریں اور وہ تمام باتیں جن سے ان میں امتیاز ہوتا ہے۔ ان کو باقی رکھنا نہایت ضروری ہے۔

یقین جانیے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات ہمارے ہی لیے ہیں اور ان کی پیروی ہی میں ہماری بھلائی ہے۔ آج کے ہمارے معاشرے میں جو خرابیاں جڑ پکڑ رہی ہیں اور جو جرائم رونما ہو رہے ہیں ان کی بنیاد فطرت سے بغاوت اور احکاماتِ خداوندی سے انحراف ہے۔ اسی سبب بے سکونی اور بدامنی کی شکایت بڑھ رہی ہے۔ کوئی محکمہ، ادارہ، تنظیم، جماعت، کوئی معاشرہ اور ملک اس وقت تک کامیاب نہیں ہوسکتا اور نہ ہی ترقی کرسکتا ہے جب تک کہ وہ نظام اور ضابطے کی پابندی نہ کرے اسلامی قوانین اور ضابطوں کی خلاف ورزی کر کے ہم شاید اپنے لئے جھوٹی تسلی اور بہلاوے کا سامان تو کر سکتے ہیں مگر کامیابی اور ترقی حاصل نہیں کر سکتے۔ صرف کلمہ طیبہ پڑھ لینا ہی مسلمانی نہیں ہے بلکہ اس کلمے کو پڑھ کر

ہم اللہ اور اس کے رسول کے پابند ہو جاتے ہیں اور جو ایسا نہیں سمجھتا یا کتاب وسنت کی پابندی نہیں کرتا یقیناً وہ اپنے ایمانی دعوے میں سچا نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں نیکی وبھلائی کے ساتھ زندگی بسر کرنے اور اپنے پیاروں کی پے روی کی سچی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

وَصَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّآلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ اَجْمَعِیْنَ

بندہ! محمد شفیع اوکاڑوی غفرلہٗ

کراچی

مولانا اوکاڑوی اکادمی العالمی